اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا
طلباء، علماء، خطباء اور عامۃ الناس
کے لیے نادر تحفہ
خطباتِ عباسی
1
مجموعۂ خطبات
استاذ العلماء شیخ الحدیث
حضرت مولانا نجم اللہ العباسی صاحب مدظلہ
امام وخطیب جامع مسجد الحمراء، استاذ الحدیث جامعہ امام ابوحنیفہؒ
ملنے کا پتہ
اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طبع اول ۱۴۳۲ھ مطابق 2011ء

طبع دوم ۱۴۳۵ھ مطابق 2014ء

طبع سوم ۱۴۳۶ھ مطابق 2015ء

طبع چہارم ۱۴۴۰ مطابق 2018ء

طبع جدید جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ مطابق جنوری 2020ء

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحرًا

خطباتِ عباسی

مجموعۂ خطبات

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا

نجم اللہ عباسی صاحب مدظلہ

امام و خطیب جامع مسجد الحمراء

استاذ الحدیث جامعہ امام ابوحنیفہؒ

شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم

مرتب

محمد سجاد کاشمیری

نام کتاب	خطبات عباسی
افادات	حضرت مولانا نجم اللہ العباسی صاحب
مرتب	مولوی محمد سجاد کاشمیری
کمپوزنگ	بنوریہ گرافکس کراچی 0321-2250577
طباعت	شفق پرنٹنگ پریس نزد میمن ہسپتال برنس روڈ کراچی
فون	021-32217897 - 0321-2037721

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

مکتبہ عمر فاروقؓ نزد جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل ٹاؤن کراچی

مکتبہ عثمانیہ نزد جامعہ دارالعلوم کراچی

دارالاشاعت اردو بازار کراچی

الحمراء مسجد، الحمرا سوسائٹی ٹیپو سلطان روڈ کراچی

جامعہ امام ابوحنیفہؒ (مکہ مسجد) کراچی

جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کراچی

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

عرض مرتب

مادیت پرستی کے اس پُر آشوب دور میں اخلاق رذیلہ نے انسانوں کو بالکل اجاڑ کر رکھ دیا ہے، حب جاہ اور حب مال نے انسان کے اندر جھوٹ، لالچ، غیبت، دھوکہ دہی، بغض، خودغرضی اور مطلب پرستی جیسے زہریلے جراثیم پیدا کردیئے ہیں، علاوہ ازیں خواہشات نفسانی کے گھوڑے اس قدر بے لگام ہو چکے ہیں کہ ان کی نگاہیں اطاعت ربانی اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑنے کے لیے بہت زیادہ قوت ایمانی کی ضرورت ہے یہ قوت ایمانی حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ واہل علم کا وجود بہت ضروری ہے۔

زیر نظر کتاب متبع سنت، ولی کامل، عالم باعمل، استاذ العلماء، محبوب العلماء والطلباء، شیخ الحدیث حضرت مولانا نجم اللہ العباسی حفظہ اللہ الباری کے بابرکات خطبات کی پہلی جلد ہے۔

حضرت استاذ محترم دامت برکاتہم اپنے خطبات جمعہ میں عمومی واجتماعی خرابیوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ انفرادی اور معاشرتی نقائص پر بھی ہمیشہ عوام الناس کو متوجہ کر کے ان خرابیوں کی اصلاح فرماتے ہیں نیز اعمال صالحہ کی ترغیب اور رجوع الی اللہ کی اہمیت آپ کے تمام مواعظ سے جھلکتی ہے، چنانچہ ان خطبات کے مطالعہ سے جہاں علماء، طلباء، خطباء، مبلغین، واعظین اور مقررین اپنی علمی پیاس بجھائیں گے وہیں عام قاری کے دل میں محبت الٰہی، اعمال صالحہ کرنے کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی بھی ان شاء اللہ نصیب ہوگی۔

بندہ نے حضرت استاذ محترم زید مجدہم کے ان خطبات کو کیسٹوں سے نقل کرنے

کے بعد جب حضرت استاذ محترم کو دکھلایا تو حضرت استاذ محترم انہیں چھپوانے پر بالکل تیار نہیں تھے۔

بندہ اور بندہ کے دیگر رفقاء کرام کی جانب سے حضرت استاذ محترم زید مجدہم کو خطبات کی اشاعت کی طرف بار بار متوجہ کرنے اور اس پر اصرار کرنے کے بعد آخر کار حضرت الاستاذ راضی ہو گئے اور حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب زید مجدہٗ (استاذ جامعہ انوار العلوم) کو کتاب کی تصحیح، ترتیب وتزئین کی ذمہ داری سونپی۔

قارئین کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کتاب کی ترتیب میں اگر کہیں کمی بیشی محسوس فرمائیں تو وہ اسے اس عاجز کی طرف ہی منسوب کریں اور اس کمی بیشی سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، اس طرح آئندہ ایڈیشن میں غلطی درست کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

ان خطبات کی تصحیح وترتیب میں مولانا عطاء اللہ صاحب زید مجدہ نے خصوصی تعاون فرمایا، ان کے علاوہ اور بھی کئی دوست واحباب وقتاً فوقتاً اپنی آراء اور مشوروں سے تعاون فرماتے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ رب العزت مجھے بھی حضرت استاذ محترم زید مجدہم کے زیر سایہ ''خطبات عباسی'' کی بقیہ جلدوں کی جمع وترتیب کو جلد از جلد بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اسے استاذ جی اور ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

مولوی محمد سجاد کاشمیری
خادم التدریس جامعہ انوار العلوم
مہران ٹاؤن کورنگی کراچی
0321-2977602

پیش لفظ

جس طرح ہر گھر میں ہر روز یہ سوال ہوتا ہے کہ آج کیا پکایا جائے؟ اسی طرح ہر خطیب کا ہر جمعہ کو اپنے دل سے سوال ہوتا ہے کہ آج کیا بیان کیا جائے؟ اسی سوال کے جواب کے لیے ایک محنتی اور باذوق خطیب جمعہ کے خطبہ کی تیاری کے لیے کئی کتب کی ورق گردانی کر کے ایک عنوان کا انتخاب کرتا ہے اور اسی کے مطابق جمعہ کی تیاری کی جاتی ہے اور اگر مضمون مرتب اور مربوط ہو جائے تو لازماً دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ یہ تقریر کسی طرح محفوظ ہو جائے۔

الحمدللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سہولت اس طرح میسر آ گئی کہ میرے کچھ نمازی حضرات جمعہ کے بیانات کو کیسٹ میں ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے محفوظ کرتے تھے۔

عزیزم مولانا محمد سجاد کاشمیری زید مجدہٗ کو جب محفوظ شدہ کیسٹوں کا پتہ چلا تو انہوں نے کیسٹوں کے مواد کو از خود کاغذ پر منتقل کر لیا اور پھر انہیں چھپوانے کا مشورہ دیا۔ بندہ نے مولانا موصوف کی محنت اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے ابتداً تو حامی بھر لی لیکن دلی طور پر اطمینان اور تشفی نہ ہوئی، چنانچہ یہ خطبات کتابت ہو جانے کے بعد بھی تقریباً پانچ سال تک التواء میں پڑے رہے۔ اسی دوران حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب زید مجدہ کی حوصلہ افزائی اور مولانا محمد سجاد صاحب کے ہمت دلانے پر بالآخر خطبات عباسی کو منظر عام پر لانے کا عزم کیا۔

بہر حال یہ حقیری سی کاوش خطباء، علماء، طلباء، مقررین، مبلّغین اور واعظین کے لیے کی گئی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں لغزشیں اور غلطیاں ہو سکتی ہیں، اس

لیے جو غلطی اور لغزش دیکھیں، مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔
میری اس کوشش میں اللہ کا خصوصی فضل وکرم، والدین اور اساتذۂ کرام کی دعائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لیے، میرے والدین واساتذہ کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

نجم اللہ العباسی
امام وخطیب جامع مسجد الحمراء
الحمراء سوسائٹی، ٹیپو سلطان روڈ کراچی

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ

ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّأٰت اعمالنا

من یّھدہ اللہ فلا مضلّ لہٗ ومن یّضللہ فلا ھادی لہٗ

ونشھد اَن لّآ الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ

ونشھد اَنّ سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ

صلّی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

عقیدہ توحید

عقیدۂ توحید

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم o بسم الله
الرحمن الرحيم o وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورۂ بقرہ)

میرے محترم دوستو!

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب رسول اللہ ﷺ تک اس دنیا میں جتنے بھی انبیائے کرام اور رسول عظام تشریف لائے، ہر نبی اور ہر رسول نے اپنے اپنے علاقوں اور اپنی اپنی امتوں کو بنیادی طور پر تین باتیں بتائیں۔ وہ تین باتیں دین کے لیے اصل الاصول اور اساس کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پہلی بات: عقیدۂ توحید

دوسری بات: عقیدۂ رسالت

تیسری بات: عقیدۂ آخرت

یہ وہ تین بنیادی باتیں ہیں کہ جن پر ایمان لانا، ان کو ماننا اور ان کے ذیل میں پھر ان تمام احکامات اور ارشادات کو ماننا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں۔ چاہے وہ اوامر ہوں یعنی نماز پڑھو، زکوۃ ادا کرو، حج بیت اللہ کرو، سچ بولو۔ چاہے

نواہی ہوں یعنی غیبت مت کرو، جھوٹ مت بولو، حرام مت کھاؤ، سود مت لو، زنا مت کرو، شراب مت پیو۔ یہ سب باتیں ان تین کے ضمن میں آتی ہیں۔ یہ تین بنیادی عقیدے ہیں، ان میں سب سے پہلا عقیدہ، عقیدہ توحید ہے۔

عقیدہ توحید کسے کہتے ہیں؟

"کسی بات کو دل سے ماننا، دل سے کسی بات کا یقین کر لینا عقیدہ کہلاتا ہے، میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے یعنی میرے دل میں یہ بات یقین کے ساتھ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، عقیدے کا مطلب کسی بات کو دل کے یقین سے مان لینا۔ عقیدہ ہی وہ بنیاد ہے جس کی وجہ سے انسان آخرت کی راحت اور خوشبوؤں کو پائے گا، بشرطیکہ عقیدہ درست ہو اور اللہ کے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہو۔ اگر عقیدہ بگڑ جائے، خراب ہو جائے تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ہوگا۔

اب ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے عقیدۂ توحید۔ یہ گویا ہمارے مذہب اسلام کی عمارت کی پہلی اینٹ ہے۔ اگر کوئی شخص عمارت بنانا چاہے اور وہ کہے کہ پہلی اینٹ نہ رکھو بلکہ دوسری سے شروع کرو تو وہ عمارت نہیں بن سکتی۔ اس کو پہلی اینٹ رکھنی پڑے گی، اس لیے کہ یہ بنیاد ہے یا کوئی پہلی اینٹ تو رکھ دے لیکن ٹیڑھی رکھے تو تمام عمارت بڑی مضبوط اور بڑی شان دار بہت اعلیٰ ہوگی لیکن اس عمارت کو خراب کہا جائے گا، وہ عمارت ٹیڑھی کہلائے گی۔ کوئی کہے کہ بھائی بڑی مضبوط اور شاندار عمارت ہے صرف ایک اینٹ تو ٹیڑھی ہے آپ پوری عمارت کو کیوں خراب کہہ رہے ہیں تو ہر سمجھدار انسان کہے گا بھائی یہ بنیاد ہے اگر پہلی اینٹ ٹیڑھی ہوگی تو پھر ساری عمارت خود بخود ٹیڑھی اور خراب ہوگی۔

میرے مسلمان بھائیو!

عقیدۂ توحید ہمارے مذہب کی بنیاد ہے لہٰذا عقیدہ توحید بالکل صحیح اور درست ہو۔

اب عقیدۂ توحید کسے کہتے ہیں؟ توحید کے معنی آتے ہیں ''کسی کی طرف وحدت ویکتائی کی نسبت کرنا'' یہ توحید کہلاتا ہے۔یعنی ایک ہونے کی نسبت کرنا اس کو توحید کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے ہم اس بات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔توحید کا مطلب یہ مت سمجھ لینا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ایک بنا دیتے ہیں۔نہیں......! اللہ تعالیٰ ازل سے واحد ہے، ایک ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

لیکن ہم اس ذات کی طرف یکتائی کی نسبت کریں تو کہیں گے کہ یہ میرا عقیدہ توحید کا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف اور اس کی صفات کی طرف یکتائی کی نسبت کی، کوئی اس کی ذات، وصفات میں اسکا شریک نہیں، وہ ایک ہے اس کو کہتے ہیں عقیدہ توحید۔

پھر عقیدۂ توحید وہ بنیادی عقیدہ ہے جس کو قرآن مجید جب بیان کرتا ہے تو دلائل کے ساتھ ثابت کرتا ہے۔جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو مسئلہ توحید سمجھاتے ہیں کہ میرے بندو! میں اکیلا ہوں، میں ایک ہوں، یکتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کے ساتھ دلائل کو بھی ذکر فرماتے ہیں۔دنیا والے کہتے ہیں کہ بھائی بات دلیل سے کرو تو جب اللہ تعالیٰ مسئلہ توحید کو بھی دلائل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی دلیل کے دینے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن اللہ رب العزت جانتے ہیں کہ میرا بندہ کمزور ہے، ناسمجھ ہے۔

اب جیسے مالک اپنے ملازم سے کہہ دے کہ یہ فلاں کام کرو تو پھر وہاں دلیل کی ضرورت نہیں، ملازم یہ بات نہیں پوچھ سکتا کہ جناب ایسا کیوں کروں؟ دلیل کیا ہے؟

جب دنیا کا چھوٹا سا عارضی مالک اپنے ملازم کے سامنے دلیل بیان کرنے کا پابند نہیں ہے تو وہ اللہ تعالیٰ جو کل کائنات، آسمان زمین کا مالک ہے، اتنی بڑی عظمت والا ہے، وہ ہم جیسی چھوٹی مخلوق کے لیے دلیل بیان کرے، کوئی ضرورت نہیں ہے، اس

کے باوجود اللہ تعالیٰ نے دلیل بیان فرمائی ہے۔قرآن شریف جب شروع ہوتا ہے تو سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی سورۃ البقرہ کہلاتی ہے۔اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ا تا ۲۰ تین طبقوں کا ذکر فرمایا ہے۔

۱-مومن

۲-کافر

۳-منافق

سب سے پہلے اللہ رب العزت نے اپنے کلام مبارک میں ایمان والوں کا ذکر فرمایا کہ ایمان والے کون ہیں؟ان کی صفات کیا ہیں؟

اور کافر کون ہے،اس کی نشانی کیا ہے؟

منافق کون ہیں ان کی علامات کیا ہیں؟

دو رکوع ان اللہ علی کل شیء قدیر تک تمام باتیں ان لوگوں کے متعلق بتادیں۔علمائے کرام کہتے ہیں کہ اب سورۂ بقرہ کی آیت :۲۱ تیسرا رکوع جہاں سے شروع ہوتا ہے اللہ جل شانہ یہاں سے اپنے احکامات کا آغاز کرتے ہیں۔

جیسے دنیا میں بھی اصول ہے کہ جب کوئی مصنف کسی بھی موضوع پر کتاب لکھتا ہے تو عنوان شروع کرنے سے پہلے ایک مقدمہ لکھتا ہے جس میں کچھ ابتدائی باتیں ہوتی ہیں اور ان ابتدائی باتوں کے بعد ایک عنوان بناتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں اپنی حمد وثناء بیان فرمائی اور سورۂ بقرہ میں تین جماعتوں کا ذکر فرمایا پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے اصل مضمون کو شروع فرمایا اور وہ کیا ہے؟توحید کا بیان ہے۔

بیان عقیدۂ توحید بمع دلائل ستہ:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ० الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ

فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۂ بقرہ)

یا ایھا الناس یہ اللہ رب العزت کا پہلا کلمہ ہے جو قرآن کریم میں شروع ہوتا ہے۔ اے لوگو......!، اے انسانو......! تم عبادت کرو اپنے رب کی یعنی عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی، نہ بدنی اور نہ مالی۔

نماز ہم اللہ کے لیے پڑھتے ہیں۔ روزہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے رکھتے ہیں۔ تو پھر نذر و نیاز کسی اور کے نام پر کیوں ہوتی ہے۔ جس طرح نماز اللہ تعالیٰ کا حق ہے، بدنی عبادت ہے، اسی طرح مال میں صدقہ و خیرات بھی اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر ہوتا ہے کسی اور کے نام پر نہیں ادا ہوتا، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو قرآن کریم ہمیں دیا اس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حکم بیان فرمایا:

یا ایھا الناس اعبدوا ربکم

اے لوگو! تم عبادت کرو اپنے رب کی۔

کیوں کریں ہم عبادت؟ تو اللہ تعالیٰ نے چھ دلیلیں ذکر فرمائی ہیں کہ اگر تمہارے اندر عقل ہے، دماغ ہے تو اس سے سوچو، تم سمجھ جاؤ گے کہ واقعی عبادت اللہ ہی کی کرنی چاہئے۔

پہلی دلیل:

"الذی خلقکم" اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت اس لیے کرو کہ تمہیں پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور یہ بات بالکل حق اور سچ ہے اور اس کے حق اور سچ ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔

دوسری دلیل:

"والذین من قبلکم" اورتم سے پہلے لوگوں کوبھی اللہ نے پیدا کیا۔ہمارے والدین کواور پھران کے والدین کوکس نے پیدا کیا؟اللہ تعالیٰ نے فرمایاسوچو کہ ان کو کس نے پیدا کیا؟

والدین کی نعمت کتنی عظیم نعمت ہے، والدہ کی محنت اور مشقت کتنی عظیم ہے۔وہ والد جودن رات محنت کر کے ہماری راحت کا سوچتا ہے، وہ ماں جوصبح وشام ہمارے لیے محبّت بھرے انداز میں سوچتی رہتی ہے کہ میرے بچے کوسکون کیسے ملے؟ آرام کیسے ملے، اس ماں کوکس نے پیدا کیا؟ ہمارے بڑوں اور بچوں کوکون پیدا کرنے والا ہے؟اللہ تعالیٰ نے فرمایا عقل سے سوچو، اگراللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہےتو پھراللہ ہی کی عبادت کرو۔

تیسری دلیل:

"الذی جعل لکم الارض فراشا" زمین کوتمہارے لیے بچھونا بنایا نہ تواتنی سخت کہ انسان اس میں کوئی تعمیر ہی نہ کرسکے اور نہ ہی کوئی چیز بنا سکے اور نہ ہی اتنی نرم کہ چلنا دشوار ہو، آدمی چلےتو زمین میں دھنس جائے، زمین کواللہ تعالیٰ نے درمیانی کیفیت میں رکھا ہے کہ آدمی چلنا چاہےتو چل سکےتعمیر کرنا چاہےتوتعمیر کرسکے۔

چوتھی دلیل:

"والسماء بناء" اورآسمان کواللہ تعالیٰ نے چھت بنادیااوراس چھت میں ایسے قمقمے آویزاں کردیئے، ایسی روشنی لگادی جوکبھی فیوزنہیں ہوتی، وہاں کی لائٹ کبھی نہیں جاتی اور نہ ہی اس کا بل ہم سے کبھی مانگا گیا ہے۔

پانچویں دلیل:

"وانزل من المساء ماءً" اور آسمان سے بارش بھی اللہ تعالیٰ ہی برساتا ہے۔

بارش بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے ہم دعائیں کر رہے ہیں بارش مانگ رہے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہیں ہوگا ساری دنیا کے سارے لوگ مل کر ایک قطرہ نہیں ٹپکا سکتے، یہ اللہ کی قدرت ہے اور تعالی کی طاقت ہے، عقل سے سوچو اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتا ہے۔

چھٹی دلیل:

"فاخرج به من الثمرات رزقا لکم" زمین سے اس بارش کے ذریعے سبزا اور پھل اگاتا ہے۔

ترکاریاں اور سبزیاں پیدا کرتا ہے۔ زمین کو کھودو، کیا اس کے نیچے پھلوں کا خزانہ ہے، اس میں کوئی سبزیوں کا اسٹور ہے، ایک دانہ پھل اور سبزی کا نظر نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

اَلَا لَهُ الْحُكْمُ

حکم تو صرف اللہ کا چلتا ہے۔

مٹی کو کیا حکم ہے؟ مٹی پھل کو نکالتی ہے، سبزی کو نکالتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھو ساری دنیا والے مٹی کو نیچے اور پانی کو اوپر رکھتے ہیں اور اللہ رب العزت نے نیچے پانی رکھا اور اوپر مٹی رکھی، کوئی کنواں کھودرہا ہے تو نیچے سے پانی آرہا ہے۔ یہ رب کی قدرت ہے۔

پہلا سبق اللہ نے دیا اور پہلا مسئلہ انسان کو توحید کا سمجھایا۔ اب بندوں کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے عقیدے کو درست کریں، عقیدہ توحید کا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو دلیل سے بتاتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ایک آیت ہے اس کو کہتے ہیں ''آیۃ الکرسی''۔ ہر مسلمان تقریباً اس آیت کو جانتا ہے اور عموماً لوگوں کو آیت الکرسی یاد بھی ہوتی ہے اس کی بڑی فضیلت ہے، حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا تو اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت کا فاصلہ ہے کہ جیسے ہی مرے گا فوراً جنت میں جائے گا''۔

ایک اور جگہ فرمایا ''ہر شیطانی عمل سے حفاظت ہے'' رات کو سوتے وقت رسول اللہ ﷺ آیت الکرسی پڑھا کرتے تھے، ہمیں بھی چاہئے کہ اتباع سنت میں ہم بھی پڑھا کریں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ ''اے ابی بن کعب! یہ بتاؤ کہ قرآن مجید میں سب سے بڑی اور عظیم آیت کون سی ہے؟ مرتبہ کے لحاظ سے پہلی اور الفاظ کے اعتبار سے دوسری آیت ہے''۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول وہ آیت الکرسی ہے۔ حضور ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا: ''اے ابی بن کعب! تجھے تیرا علم مبارک ہو''۔ آیت الکرسی قرآن کی چھ ہزار سے زائد آیات سے اوپر ہے، ان تمام آیتوں کی سردار ہے یہ آیت سب سے عظیم آیت ہے مرتبے اور درجے کے اعتبار سے۔

اب ایسا کیوں ہے اس آیت کو اتنی فضیلت کیوں حاصل ہے؟ اس لیے کہ آیت الکرسی شروع سے لے کر آخر تک توحید کو بیان کرتی ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ
عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، زندہ ہمیشہ رہنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کر سکے، جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے اُسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے) اس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں وہ بڑا عالی مرتبہ اور جلیل القدر ہے۔

لہٰذا جب آیت توحید آیت الکرسی تمام آیات کی سردار ہے تو وہ انسان جس کا عقیدہ درست ہے شرک سے صاف ہے، خدائے پاک اس کو انسانوں کا سردار بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے بلندی دے گا۔ ایسے رفعت دے گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔

اس لیے محترم دوستو! اپنا عقیدہ اپنے بچوں کا عقیدہ اپنے اہل وعیال کا عقیدہ توحید کے بارے میں بالکل صاف اور پختہ بنائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بھی اکیلا ہے اور صفات میں بھی کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں وہ سب کاموں میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح وصاف عقائد نصیب فرمائے۔

بخاری شریف میں ایک روایت ہے:

عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم ومعاذ ردیفه علی الرحل قال یامعاذ! قال لبیك یارسول الله وسعدیك، قال یامعاذ! قال لبیك یارسول الله وسعدیك، قال یامعاذ! قال لبیك یارسول الله

وسعديك ثلاثا، قال ما من احد يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صدقا من قلبه الا حرمه الله على النار، قال يارسول الله افلا اخبر به الناس فيستبشروا قال اذا يتكلوا فاخبر بها معاذ عند موته تاثما (رواه البخاری ومسلم)

اسی طرح مسلم شریف میں ہے:

عن عثمان بن عفان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة (رواه مسلم)

محترم دوستو!

آپ کے سامنے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی دو مبارک حدیثیں پڑھی، پہلی حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے پیچھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں حاضر ہوں، رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: اے معاذ! حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں حاضر ہوں، تیسری مرتبہ پھر فرمایا اے معاذ! آپ ﷺ نے تین مرتبہ اے معاذ، اے معاذ کہہ کر پکارا۔

محدثین نے حدیث کی شرح میں یہ بات نقل کی ہے کہ جب کسی مخاطب کو متوجہ کرنا ہوتا ہے تو نام لے کر پکارا جاتا ہے کہ اے فلاں تو وہ متوجہ ہوجاتا ہے کہ کیا بات ہے اور اگر اس کا دوبارہ اور سہ بارہ نام لے کر پکاریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بولنے والا آپ کی بہت توجہ چاہتا ہے کوئی بہت ہی اہم بات بتانی ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تین مرتبہ متوجہ کیا پھر چوتھی مرتبہ

میں فرمایا:

ما من احد يشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله صدقا من قلبه الا حرمه الله على النار

کوئی بھی ایک شخص جب سچے دل سے اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر جہنّم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اہم ترین بات بتائی کہ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا صدق دل سے اقرار کرتا ہو، سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرتا ہو اور میری رسالت پر ایمان رکھتا ہو، جہنّم کی آگ اللہ تعالیٰ نے اس پر جرام کردی ہے۔

اور دوسری روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله وان محمد رسول الله دخل الجنة

جس کا انتقال اس حال میں ہوا کہ وہ اس بات کا یقین رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں تو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔

اس یقین کے ساتھ دنیا سے چلا گیا کہ اللہ کی الوہیت اور وحدانیت کا یقین رکھتا تھا تو جنّت میں جائے گا۔

گویا عقیدۂ توحید اسلامی نظام حیات کے لیے خشت اول ہے، اس لیے قرآن کریم میں متعدد بار عقیدہ توحید کو مختلف انداز میں ذکر کیا گیا ہے اور قرآن کریم اس عقیدہ کی بار بار تاکید کرتا ہے کہ معبود ایک ہے، ساری مخلوق پر اس کی بندگی لازمی ہے اور وہ اللہ رب العزت کی ذات اقدس ہے۔ اور اس عقیدہ کو اس پیغام کو دنیا میں ہر نبی ﷺ نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا ہے، ہر نبی کی بنیادی تعلیمات میں اولاً عقیدہ

توحید کی تعلیم ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا پیغام:

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر مبعوث فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (سورۂ اعراف)

نوح علیہ السلام آئے اور انہوں نے اپنی قوم سے کیا کہا، ''اے میرے قوم تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معبود مت بناؤ، عبادت اللہ کی کرو اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں''۔

نوح علیہ السلام یہ دعوت اور یہی پیغام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک دیتے رہے، ''فلبث فیهم الف سنة الا خمسین عاما'' قرآن کریم نے اس کو ذکر کیا حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو یہی کہتے رہے کہ اے میری قوم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو، عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی کرو۔

حضرت ہود علیہ السلام کا پیغام:

پھر حضرت ہود علیہ السلام آئے قوم عاد کے پاس آئے اور فرمایا:

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

انہوں نے بھی یہی بات کہی کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں معبود برحق وہی خدا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا پیغام:

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم قوم ثمود سے یہی فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام:

ان کی قوم میں بت پرست بھی تھے، صنم پرست بھی تھے اور کواکب پرست بھی تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ (سورۂ انبیاء)

تمہارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے، ستاروں میں سورج میں چاند میں کچھ نہیں ہے، ان بتوں میں کچھ نہیں ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے یہی دعوت دے کر بھیجا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا پیغام:

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ

حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اہل مدین کی طرف بھیجا، حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی فرمایا اے میری قوم! اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، عبادت ایک اللہ تعالیٰ کی کرو، اسی طرح ہر نبی نے اپنی قوم کو عقیدہ توحید کی دعوت سب سے پہلے دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام:

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○

بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اس کی عبادت کرو،

یہ نہیں کہا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں جیسے عیسائی لوگ کہتے ہیں، بلکہ میرا رب بھی اللہ

ہے، تمہارا رب بھی اللہ ہے۔

اور آخر میں سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور انہوں نے بھی یہی کہا

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْنَ

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔

قرآن بھی فرماتا ہے کہ

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

آپ کہہ دیجئے میں تمہاری طرح انسان ہوں البتہ مجھ پر وحی آتی ہے معبود تمہارا ایک ہے۔

یہ پہلا سبق ہے، وحی کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا معبود ہے صرف اللہ کی عبادت کرو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور پھر سورۃ انبیاء میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ صرف نوح علیہ السلام یا حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام کی بات نہیں یا رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں ہے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت عقیدہ توحید کے لیے تھی۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

یہ تو تمام انبیائے علیہم السلام کا متفقہ عقیدہ تھا اور یہی تمام انبیاء کی دعوت تھی کہ اللہ جل شانہ کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ یہ تو کچھ انبیاء کے نام قرآن مجید میں مذکور ہیں، بہت سارے نبیوں کے نام قرآن میں نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمام نبیوں نے اپنی اپنی قوم کو پہلا سبق توحید کا پڑھایا کہ اپنا عقیدہ درست کرلو۔

اور یہی سبق ہمیں ہمارے نبی ﷺ اور ان کی پیاری کتاب نے سکھایا کہ اے لوگو

تمہارا معبود تو ایک ہی معبود ہے اور پھر یہ بات نبیوں تک محدود نہیں، خود اللہ تعالیٰ بھی اس کا اعلان فرماتے ہیں:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

اس آیت کی تفسیر، شانِ نزول:

ملک شام سے یہود کے دو بڑے عالم آئے اور انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ ہم آپ سے ایک سوال کریں گے آپ ہمارے سوال کا جواب دیں گے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کرو سوال کیا ہے۔ آپ کی کتاب میں سب سے بڑی گواہی کون سی ہے؟ آپ پر یہ جو کتاب قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اس کتاب میں سب سے بڑی گواہی کون سی ہے؟

رسول اللہ ﷺ خاموش تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی یہ آیت

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورۂ آل عمران)

نازل کی اور رسول اللہ ﷺ نے ان دو آدمیوں کو جو یہود کے بڑے علماء تھے ان کو سنائی اور جب ان لوگوں نے اس آیت کو سنا تو ایمان سے سرسبز و شاداب ہو گئے۔ واقعی یہ سب سے بڑی گواہی ہے اور وہ گواہی کیا ہے؟

بے شک اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اللہ خود اس کی گواہی دیتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ساری کتابوں میں یہ اعلان فرما دیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں ہو سکتی اور اللہ رب العزت نے تو اپنے پیارے کلام میں یہ بھی فرما دیا

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ○

کیا تمہیں اللہ کا ہم نام ملتا ہے۔

اللہ کی ذات وصفات میں کسی کا شریک ہونا تو دور کی بات ہے اللہ تعالیٰ کے نام میں بھی کوئی شریک نہیں ہے، کیا ہے کوئی دنیا میں جس کا نام اللہ ہو، جب اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم نام نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی۔

یہ وہ عقیدہ ہے جسے سارے نبیوں نے بیان کیا، جس کو ہر زمانے کے اہل حق علماء نے ہر زمانے میں بیان کیا، جس کو ہر زمانے میں اہل حق مشائخ اور اولیاء نے بیان کیا۔

حدیث شریف میں آتا رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو عمر میں آپ سے بہت کم تھے، فرمایا: اے ابن عباس تین نصیحتیں یاد رکھنا۔

۱- یا غلام احفظ اللہ یحفظك ...... اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کے حکموں کی حفاظت کر خدا تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا اللہ کے دین کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا

آج ہمارا مال غیر محفوظ۔
جان غیر محفوظ۔
دوکان غیر محفوظ۔
فیکٹری غیر محفوظ۔
اولاد اور گھرانہ غیر محفوظ...... کیوں

اس لیے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت اور حفاظت چھوڑ دی، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دین کی خدمت اور حفاظت کسی اور کی ذمہ داری ہے۔ جب ہم نے اللہ کے دین کی حفاظت چھوڑی تو ہم غیر محفوظ ہو گئے۔

۲- واذا سئلت فاسئل اللہ ...... اور جب سوال کرو تو اللہ سے کرو

۳- واذا استعنت فاستعن باللہ اور جب تو مدد طلب کر تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔

"جف القلم" "قلم خشک ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ نے جو لکھنا تھا لکھ دیا۔ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا۔

حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول:

شاہ صاحبؒ اپنے زمانے کے بڑے شیخ تھے ان کی کتاب فتوحات الغیب عربی میں ہے وہ اپنی کتاب میں اسی حدیث کو نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد حضرت لکھتے ہیں:

فینبغی لکل مومن ان یجعل هذا الحدیث شعاره ودثاره

مسلمان کو چاہئے کہ اس حدیث پاک کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنالے، مدد مانگو تو اللہ سے مانگو، اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔

حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ مجھ سے مانگو، آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے کیا کہتے ہیں۔

خدا کے پلے میں توحید کے سوا کیا ہے
لینا ہے جو کچھ ہم لے گئے محمد سے

استغفر اللہ استغفر اللہ ......!

محترم دوستو بزرگو!

اپنا عقیدہ صحیح رکھیں توحید کے بارے میں صاف وشفاف اور واضح ہو، اس میں کسی کا لحاظ نہیں ہے، اس میں کسی کی خاطر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

آپ سے بھی اگر شرک ہوگیا تو سارا عمل ضائع ہو جائے گا۔

حالانکہ پیغمبر شرک نہیں کرتا، پیغمبر کو مخاطب بنا کر امت کو سنانا تھا،

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

اس مقام پر اٹھارہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر ہے۔ اگر عقیدہ توحید میں گڑ بڑ آگئی تو کیا کرایا سارا ختم ہو جائے گا، کچھ نہ بچے گا۔

یہ عقیدہ رکھنا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، عزت اور ذلت کا مالک اکیلے اللہ پاک کی ذات ہے، کوئی کسی کو بیمار نہیں کر سکتا، کوئی کسی کو صحت نہیں دے سکتا، کوئی کسی کو مال اور اولاد نہیں دے سکتا، سب کچھ دینے والی ذات کون ہے؟ داتا کون ہے؟ وہ میرا اللہ ہے۔

مال بھی اولاد بھی سب چیزیں وہی خدا دیتا ہے صحت بھی اللہ دیتا ہے اور عزت بھی، دینے پر آئے تو کوئی روک نہیں سکتا، نہ دینے پر آئے تو کوئی لے نہیں سکتا، اللہ کے علاوہ سب اللہ کی مخلوق ہے۔

نبی ہے، ولی ہے، فرشتہ ہے، یقیناً قابل ادب ہے، قابل احترام ہے ان کی تعظیم کرنا ہماری شریعت کا حصہ ہے۔

لیکن جہاں تک عبادت کا معاملہ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے خاص ہے نبی اور رسول کی اطاعت ہے۔

عبادت بدنی ہو نماز، روزہ وغیرہ یا عبادت مالی ہو زکوۃ، صدقات خیرات وغیرہ ہر قسم کی عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عظمت اسلام

عظمت اسلام

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ

عزت صرف اسلام میں ہے:

محترم دوستو اور بزرگو!

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام کو ایک ہی راستہ عطا فرمایا اور جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے، ان سب کا مذہب اسلام تھا اور اسلام ہی مسلمان کے لیے فخر کی چیز ہے، مسلمان کی عزت اسلام میں ہے اور مسلمان کا فخر اسلام پر ہے۔

اگر مسلمان اسلام کو ترک کر کے کسی اور طریقے میں اپنی عزت تلاش کریں گے تو ذلت کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور جملہ ہے "نحن اعزنا اللہ قوما بالاسلام" ہم بحیثیت مسلمان قوم عزت والے ہیں۔ ہمیں اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے عزت اور عظمت عطا فرمائی ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب رستم سے جہاد کرنے کے لیے فارس گئے، رستم جو فارس کا بادشاہ تھا اس زمانے کا سپر پاور تھا، اس زمانے میں رستم کے پاس دولاکھ اسی ہزار فوج تھی۔ اس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ پہلے اپنا ایک نمائندہ ہماری طرف بھیجیں، جو ہم سے بات چیت کرے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی جماعت سے ایک صحابی حضرت ابی بن عامر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور ان سے کہا کہ ''جاؤ اور بات کرو، اس کے پاس جانے کے لیے خاص اہتمام کی ضرورت نہیں۔ اپنے اسلامی طریقے کے مطابق جا کر اس سے بات کرو''۔

حضرت ابی بن عامر رضی اللہ عنہ اپنا کمزور سا گھوڑا لے کر اپنی کیفیت کے مطابق رستم کے پاس چلے گئے۔ رستم نے کہا کہ

''تم کس لیے آئے ہو؟ عرب کے بدوؤ! عرب کی سرزمین پر رہنے والو! تمہیں تو زندگی گزارنے کا طریقہ معلوم نہیں، تم تو شہری ماحول سے بے خبر ہو، تمہیں تو شہر کی زندگی گذارنے کے اصول وضوابط معلوم نہیں، تمہیں تو بین الاقوامی تعلقات اور ان کے ساتھ بات کرنے کا طریقہ معلوم نہیں، تمہارا کام تو وادیوں میں پھرنا اور آپس میں لڑنا ہے''۔

حضرت ابی بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جو بات آپ نے کہی ہے ہم تو اس سے بھی زیادہ برے تھے، ہمارے پاس کسی چیز کے بارے میں معلومات نہیں تھیں، ہم تو زندگی کے طریقے کو نہیں سمجھتے تھے، ہم تو بتوں کی عبادت کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرما کر ہم پر رحم فرمایا، انہوں نے آ کر ہمیں زندگی گذارنے کا طریقہ بتایا، ہمیں ہماری زندگی کا مقصد بتایا''۔

اور پھر رستم سے مخاطب ہو کر حضرت ابی بن عامر رضی اللہ عنہ نے وہ تاریخی جملہ ارشاد

فرمایا، جو سیرت کی تمام کتابوں میں موجود ہے

بعثنا الله لنخرج العباد من عبادة العباد الى عبادة رب العباد

''اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھیجا ہے تا کہ ہم انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکالیں، اس ذات کی طرف جو سارے بندوں کا رب ہے اور مالک ہے''۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کا غلام بنایا جائے، انہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کا پابند بنایا جائے۔

ومن ضيق الدنيا الى سعة الأخرة

''اور دنیا کی تنگی سے آخرت کی فراوانی کی طرف''

ومن جور الاديان الى عدل الاسلام

''اور دنیا کے مذاہب کی ظلم وزیادتی سے اسلام کے عدل وانصاف کی طرف''۔

حضرت ابی بن عامر رضی اللہ عنہ نے تین باتیں ارشاد فرمائیں کہ

(۱) ہر مسلمان کی زندگی کا مقصد انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی غلامی میں کھڑا کرنا ہے۔ انسان، انسان کا غلام نہیں ہے، انسان اللہ کا غلام ہے۔

(۲) دنیا کی تنگی سے آخرت کی فراخی مطلوب اور مقصود ہے۔

(۳) دنیا میں جتنے مذاہب ہیں، ان تمام مذاہب کے طریقوں سے ہٹ کر اسلام کے عدل اور طریقے کو پسند کیا جائے۔

حضرت ابی بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام میں ایک مسلمان کا پورا مشن ذکر کیا ہے، آج انسان کو انسان کا غلام بنایا جاتا ہے۔ آج دنیا میں یہ دعوت چل رہی ہے کہ

انسان انسان کا غلام ہے، فلاں فلاں کی مانو، فلاں فلاں کی مخالفت کرو، اگر چہ وہ کفر کرتا ہو، اگر چہ وہ اللہ کے دین سے بغاوت کرتا ہو۔ اگر چہ وہ سرکش اور باغی ہو لیکن کچھ نہ بولو، انسان کے غلام بن جاؤ اور دنیا کو مقصود بنادیا گیا ہے، دنیا کو اپنا محبوب بنادیا گیا ہے، جی ہمیں اتنی دنیا اور ذخیرے مل گئے، مسلمان دنیا میں خزانہ بھرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کے لیے آیا ہے، مسلمان اللہ کے دین کی خدمت کے لیے آیا ہے اور اس کو پھیلانے کے لیے آیا ہے، اس کو مٹانے کے لیے نہیں آیا ہے

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ

اے نبی قرآن پاک آپ کے لیے فخر اور اعزاز ہے اور آپ کی قوم کے لیے بھی، مسلمان قوم کا اعزاز قرآن کریم ہے لیکن آج معاشرے میں فخر کی چیزیں کچھ اور بن رہی ہیں۔ اگر اسلام اور رسول اللہ ﷺ کو فخر نہیں سمجھیں گے تو کامیاب کیسے ہوں گے، عظمت تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے دی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے، نبی کریم ﷺ کچھ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، یہ نابینا تھے، نظر نہیں آتا تھا، انہوں نے درمیان میں آکر آپ ﷺ سے کوئی بات پوچھی، آپ کو یہ ناگوار گذری کہ میں بات کررہا ہوں اور یہ بیچ میں آکر سوال کررہا ہے۔

لیکن مومن کتنا قیمتی ہے اللہ تعالیٰ نے فوراً آیات نازل فرمائیں:

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝

''آپ کے ماتھے پر بل پڑگیا اور آپ کا منہ بن گیا کہ آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کو کیا پتہ کہ وہ پاک ہو جاتا یا وہ نصیحت حاصل کرتا پس اسے نصیحت فائدہ دیتی اور جو شخص دین سے لاپرواہ ہے آپ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں''۔

اگر منصب اور مال وطاقت والا یہ سمجھے کہ دین میرا محتاج ہے تو یہ دھوکہ ہے جس طرح غریب، فقیر اور کمزور دین کا محتاج ہے اسی طرح یہ بھی دین کا محتاج ہے انسان سارے محتاج ہیں۔

وما علیك الا یزکی

''آپ پر لازم ہے کہ جو دین کا طالب آئے آپ اس کو پاک کریں''۔

چنانچہ تفسیری روایات میں ہے کہ جب دوسری مرتبہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ فرمایا اور فرمایا

مرحبا بمن عاتبنی فیه ربی

خوش آمدید اس شخص کے لیے جس کے بارے میں میرے رب نے مجھے ڈانٹا ہے۔

آج مساجد خالی ہیں اس لیے کہ فخر اسلام پر نہیں ہے، جمعہ کا دن ہے، نماز ہو رہی ہے لیکن قوم کہیں اور لگی ہوئی ہے۔ کامیابی کہیں اور تلاش کر رہی ہے، پھر کہتے ہیں کہ مہنگائی ہو گئی، کاروبار ٹھپ ہو گیا، ہماری فلاں چیز نیچے آگئی، ارے جب دین کی طرف نہیں آؤ گے تو پھر تمہارا کاروبار کیسے چلے گا، پھر تو تباہی ہی تباہی اور تنزل ہی تنزل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ ہے:

نحن قوم اعزنا اللہ بالاسلام

ہم وہ قوم ہیں جن کی عزت کا راستہ اسلام ہے۔

ان کی عزت اسلام کی برکت سے ہے۔ اگر ہم نے اسلام کو اپنا لیا تو عزت مل

جائے گی، لیکن یاد رکھنا کہ خدا کے لیے وہ اسلام نہیں جو انٹرنیٹ پر آرہا ہے، وہ تفسیر نہیں، وہ حدیث نہیں وہ تو دوسروں کے ہاتھ میں ہے، وہاں حدیث قرآن اور صورت بدل سکتی ہے اور بدل رہی ہے، کہیں سورت قرآن بدل رہی ہے کہیں حدیث نبوی ﷺ بدل رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان بنایا ہے اسلام کی دولت دی ہے اگر ہم نے اسلام کی قدر کی اور اس کی عظمت کو پہچانا، اسلام کو اپنے لیے قابل فخر بنایا تو اللہ ہمیں نعمتیں بھی عطا فرمائے گا اور عزتیں بھی عطا فرمائے گا، اس سے ہم اپنی اور اپنے بچوں کی یہ تربیت کریں۔

جب ہمیں کوئی نعمت ملے تو ہم اس پر گھر میں تبصرہ کریں کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے کتنا احسان فرمایا ہے کتنا اچھا گھر دیا ہے، کتنا اچھا کاروبار چلا رہا ہے کتنی اچھی سواری دی ہے۔

اور ذرا غور فرمائیے! نبی کریم ﷺ کس طرح کھانا کھاتے تھے، کس طرح سوتے تھے، آپ ﷺ کے صحابہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے احوال سکھایا کریں، آج ہمارے بچوں کو یہ باتیں معلوم ہی نہیں، انہیں یہ باتیں معلوم نہیں ہیں۔ سب کچھ معلوم ہے لیکن اگر پتہ نہیں تو یہ معلوم نہیں کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کون تھے؟

حضرت عمر کی خصوصیات کیا تھیں؟

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کون تھے؟

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی کیا رشتہ داری تھی؟

نبی پاک ﷺ کے احوال معلوم نہیں۔

یہ کیسا اسلام ہے کہ جن کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے آج ان کے احوال ہی ہمیں معلوم نہیں ہیں۔

اسلام کی قدر و منزلت کو پہنچانئے:

محترم سامعین!

ہماری عزت اور عظمت اسلام میں ہے، اگر ہم نے اس کی قدر کی اور اسے پہچانا تو اللہ تعالیٰ نعمت عطا فرمائیں گے اور اگر ناقدری کی تو ہم محتاج ہو جائیں گے۔

یاد رکھیں کہ ہم محتاج ہیں، لیکن دنیا کسی کی محتاج نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے دین کے لیے اپنے انبیاء علیہم السلام کو شہید کروایا، ہجرت کروائی، تکالیف اٹھوائیں، یہ دین اتنا پیارا ہے کہ اگر کوئی دین پر چلے گا اور اس کی عظمت کو پہچانے گا تو اللہ رب العزت اس کو دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائیں گے۔

اور اگر اسی دین کو چھوڑ دے گا تو ہدایت نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ دین اس کو دیتے ہیں جس کے اندر طلب ہو، قرآن میں آتا ہے

ولو علم اللہ فیھم خیرًا لاَسمعھم

اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں خیر کو دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ان کے دلوں میں اسلام کی عظمت نہیں تو ان کے دل اسلام کی طرف مائل نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ اسلام کسی پر ٹھونستے نہیں ہیں، انسان کے اندر طلب کو دیکھتے ہیں، اگر یہ اسلام کا طلبگار ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیدیتے ہیں، لیکن اگر عظمت نہیں ہے، دین کے ساتھ قلبی لگاؤ نہیں ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ دین نہیں دیتے۔

یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ

اللہ تعالیٰ ہدایت اور اسلام اس کو دے گا جو رجوع کرے گا۔

آج ہماری پوری قوم میں اور پورے معاشرے میں جو حالات ہیں بہت پرفتن ہیں، ان حالات میں اسلام سے زیادہ قریب ہونے کی زیادہ ضرورت ہے، حفاظت

اسی میں ہے،اور فتنوں کے دور میں اسلام سے دور ہو جانا تباہی ہے،

ولیمحص اللہ الذین اٰمنوا

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آزمانا چاہتے ہیں کہ ان فتنوں کے دور میں،ان سازشوں کے دور میں،کون اللہ تعالیٰ سے کتنا قریبی ہے؟ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس پر فتن دور میں خود بھی اسلام سے زیادہ قریب ہوں اور اپنی اولاد کو بھی اسلام سے قریب کریں،اپنے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کریں،نعمت کی نسبت اللہ کی طرف کریں۔

ہماری کوشش ہوتی ہے کہ اولاد کے دل میں ہماری بڑائی آجائے جب ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت اولاد کے دل میں ڈالیں گے تو اللہ تعالیٰ خود بخود اولاد کے دل میں ہماری محبت ڈال دے گا۔

یہ مت کہو کہ میں نے دکان بنائی، میں نے گھر بنایا، میں نے گاڑی خریدی بلکہ کہو کہ اللہ نے ہم پر کتنا فضل کیا ہے،اور ہمیں کتنی نعمتیں دی ہیں،اس پر اللہ کا شکر ادا کریں، جو بات آپ اولاد سے کہیں گے وہ ہماری پچاس تقریروں سے بہتر ہے، کیوں کہ بچے آپ کے سامنے بڑھ رہے ہیں،ان کی تربیت ہو رہی ہے،جب آپ یہ باتیں بچوں کے سامنے کہیں گے تو ان کے دلوں میں اللہ کی محبت رچ بس جائے گی، ان کا تعلق اللہ سے جڑ جائے گا۔

جب ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے گا تو پھر یہ آخرت میں بھی کامیاب وکامران ہوں گے اور دنیا میں بھی،اور اگر سب کچھ دے دیا اور اللہ سے تعلق نہ جوڑا اور اللہ کی محبت نہ دی تو دنیا میں بھی ناکامی اور آخرت میں بھی ناکامی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
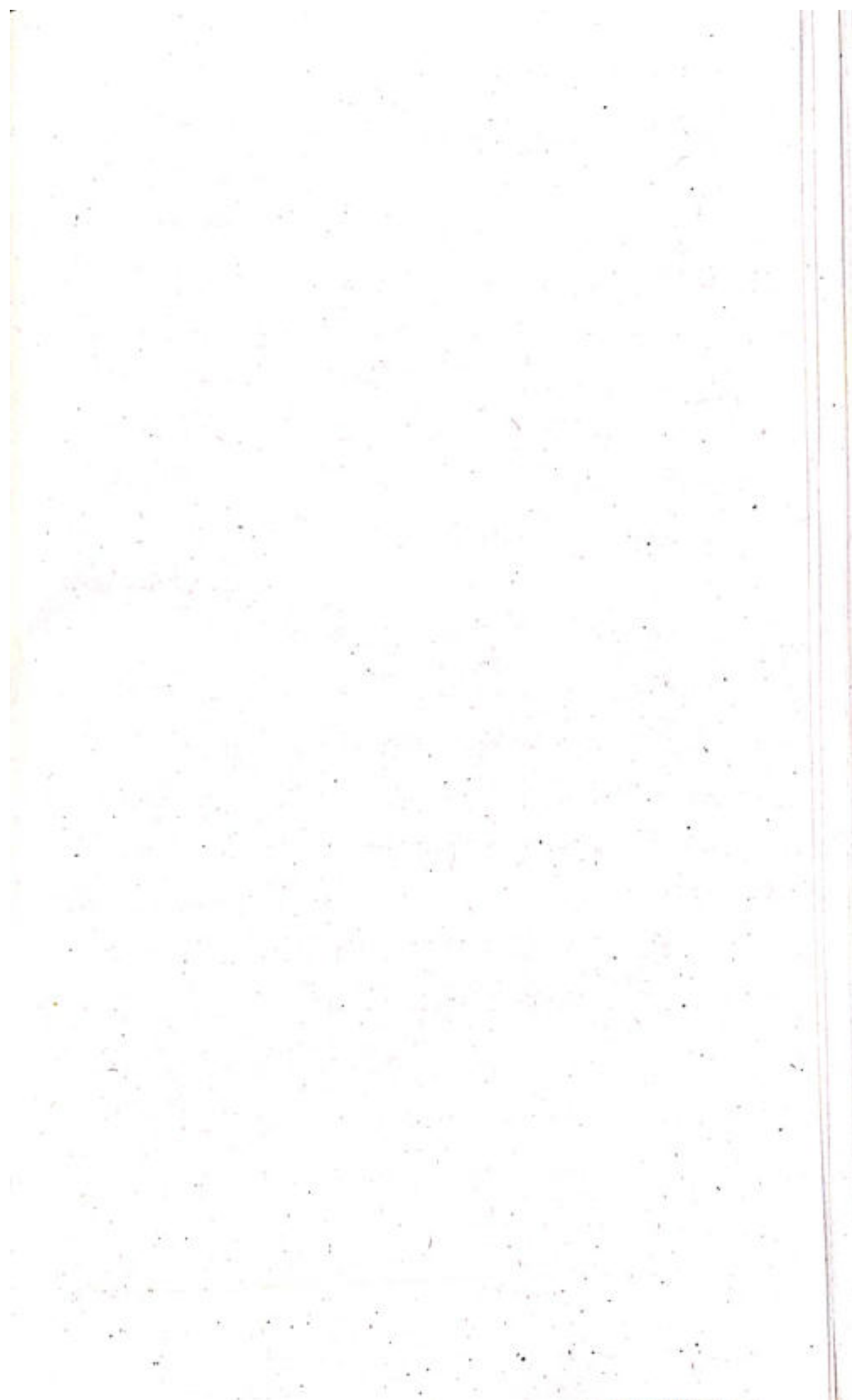
طہارت و پاکیزگی

طہارت وپاکیزگی

الحمد لله وكفى والصلوٰة والسلام على رسول الله
اما بعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله
الرحمن الرحيم إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ
الْمُتَطَهِّرِينَ٥ وعن ابى هريرة رضى الله عنه عن
رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الفطرة خمسة
(صحیح بخاری: ج۲)

پاکیزہ دین:

محترم دوستو اور بزرگو!

یہ پاک دین ہے، جس طرح آسمان کی جانب سے آنے والا پانی سب سے پاک پانی ہے، اسی طرح آسمان سے اترا ہوا دین انتہائی پاکیزہ دین ہے۔ مؤمن کو ایمان کے بعد سب سے پہلا حکم صلاۃ کا ہے اور صلاۃ کے لیے طہارت شرط ہے، تو مؤمن کے لیے ایمان کے بعد سب سے اہم مسئلہ طہارت اور پانی کا ہے اسی وجہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات اپنی کتابوں یعنی بخاری شریف ومسلم شریف میں کتاب الایمان کے بعد کتاب الطہارت کو لائے۔ ایمان کے ذریعے سے باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے اور طہارت سے ظاہری پاکی ملتی ہے۔

محترم دوستو اور بزرگو!

جناب بنی کریم ﷺ جس شریعت کو لے کر آئے ہیں یہ شریعت انتہائی جامع اور کامل ہے کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں شریعت نے ہماری رہنمائی نہ کی ہو، زندگی کے ہر موقع پر اور ہر موڑ پر ہماری رہنمائی کی ہے، اور ہمیں سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ شریعت مطہرہ کے مقدس احکام میں سے ایک حکم طہارت ہے، یعنی پاکی کا حکم۔ حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے طہارت کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

الطھور شطر الایمان

پاکی ایمان کا حصہ ہے۔ (مسلم شریف)

اور ایک حدیث میں فرمایا

الطھور نصف الایمان

پاکی آدھا ایمان ہے۔

پاکی ایمان کا حصہ ہے اور پاکی آدھا ایمان ہے۔

آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پاک رکھنے کے لیے کتنا اہتمام فرمایا ہے، جب انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو آپ جانتے ہوں گے کہ اس کی خوراک خون ہے، یہ خون اسکو کیسے پہنچایا جاتا ہے، ناف کے ذریعے، یہ خون اللہ رب العزت غذا کے طور پر اس بچہ کو پہنچاتا ہے۔ انسان کے منہ کو، اس کی زبان کو اللہ تعالیٰ نے بچایا ہے۔

اس کے منہ کو، اس کی زبان کو اللہ نے اس لیے بچایا ہے کہ دنیا میں جا کر میرے اس بندے نے اس زبان سے اللہ رب العزت کو یاد کرنا ہے، اللہ کا ذکر کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنی ہے، لہٰذا اس زبان کو ماں کے پیٹ میں اللہ رب العزت نے پاک رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔

اور قرآن کریم میں سورۂ بقرہ میں یہ اعلان فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ○

اللہ رب العزت توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔
جو پاک رہتے ہیں اور پاک زندگی گزارتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

پاکی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) باطنی پاکیزگی: ہمارا باطن پاک ہو، اندر پاک ہو، ہماری سوچ پاک ہو۔

(۲) ظاہری پاکی: ہمارا ظاہری بدن پاک ہو۔

شریعت میں یہ دونوں چیزیں مطلوب ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے فرمایا

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

اور دوسری جگہ فرمایا

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ سے پرہیز کرو

اس سے معلوم ہوا کہ بت پرستی ایک گندگی ہے، یہ ایک پلیدی ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا اپنے آپ کو اس سے پاک رکھو، آپ کا دل اور دماغ پاک ہو، آپ کی روح پاک ہو، کس سے پاک ہو؟

شرک سے پاک ہو۔

کفر سے پاک ہو۔

غلط عقیدوں سے پاک ہو۔

بدعات اور رسومات سے پاک ہو۔

حسد سے پاک ہو۔

بغض وعداوت سے پاک ہو۔

کینہ، ریاکاری اور تکبّر سے پاک ہو۔

آپ کے دماغ میں وہ عقیدہ ہو، وہ باتیں ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائی ہیں۔

پھر اس کے بعد باطن کے ساتھ یہ ظاہر بھی پاک رکھنا پڑے گا۔ شریعت کے احکام سب سے پہلے ہمارے دل ودماغ کی طرف آتے ہیں اور پھر ان اعضائے بدن کی طرف جن سے اعمال کا ظہور ہوتا ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ ہمارے دل ودماغ کے اندر کیا ہے؟

اب شریعت کہتی ہے کہ اپنے ظاہر کو پاک رکھو چنانچہ میں نے آپ کے سامنے مسلم شریف کی ایک روایت پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الفطرة خمسة

پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں۔

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ فطرت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ پانچ چیزیں تمام انبیاء کی سنت ہیں اور اُن کا طریقہ ہیں۔

پہلی سنت:

پہلی چیز ''الختان'' ختنہ کرنا۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو فرمایا سب سے پہلا کام تو یہ کرو کہ اس کے کان میں اذان دو، اللہ اکبر، اللہ اکبر، تاکہ دل ودماغ میں خدا کی توحید آجائے۔ اندر سے یہ برتن پاک ہوجائے اور اس کے بعد نام رکھو۔ عقیقہ کرو اور ختنہ کرو۔ وہ جو زائد چمڑا ہے اس چمڑے کو کاٹ دو۔ اس کو ہٹادو تاکہ پیشاب کی گندگی جمع نہ ہو اور آج سائنس اور ڈاکٹر بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ ختنہ بچہ کی صحت کے لیے مفید ہے جب گندگی آتی ہے تو اس کے ساتھ بیماری آتی ہے جب یہ چمڑا کٹے گا نجاست

نہیں ہوگی، گند نہیں ہوگا، بیماریاں ہٹیں گی۔

دوسری سنت:

دوسری سنت "الاستحداد" زیرناف بالوں کوصاف کرو۔

تیسری سنت:

پھر "قطع الشارب" اپنی مونچھیں کاٹو۔تاکہ یہ بال آپ کے کھانے اور پینے میں نہ آئیں کہ ایک سلیم الفطرت آدمی کو اس سے کراہت ہوتی ہے۔

چوتھی سنت:

"قلم الاظفار" ناخن کاٹو۔

پانچویں سنت:

"نتف الابط" یہ پانچویں چیز ہے کہ بغل کے بال نکالو۔

یہ پانچ باتیں اللہ تعالیٰ کے رسول نے بتائی اور یہ وہ پانچ باتیں ہیں جن کا تعلّق ہمارے بدن سے ہے، یہ پانچ چیزیں فطرت سے تعلّق رکھتی ہیں اوران پانچ باتوں کو تمام انبیاءعلیہم السلام نے اختیار فرمایا ہے اور یہ پانچ چیزیں ہمارے بدن کی پاکی کے لیے ضروری ہیں۔

کسی شخص نے کتنی خوشبو لگائی ہے اور وہ کتنا ہی خوشبودار ہو لیکن اس نے بغل کے بال نہیں کاٹے، زیرناف بال نہیں کاٹے، ناخن بڑے بڑے رکھے ہوئے ہیں، تو وہ شخص گویا صفائی تو کرر ہا ہے لیکن پاک نہیں ہے۔ ایسا انسان تمام انبیاء کی فطرت سے ہٹ کر زندگی گزار رہا ہے۔

تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی فطرت اور طریقہ یہ تھا کہ وہ پاکی اختیار فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی

مسلمان کو چالیس دن سے زیادہ اس میں وقفہ نہیں رکھنا چاہئے''۔

بہتر تو یہ ہے کہ آدمی ہر جمعہ کے جمعہ ان کی صفائی کرے۔ لیکن انسان ہے، ہوسکتا ہے کسی جمعہ کو اس کو وقت نہ ملے، کسی کام میں مصروف ہوسکتا ہے ایک جمعہ چھوڑ سکتا ہے، لیکن فرمایا کہ اگر چالیس دن سے اوپر گذر جائیں تو گناہگار ہوگا۔ آج لوگ بڑے بڑے ناخن رکھتے ہیں جناب ہم نے ناخن صاف رکھے ہوئے ہیں ہم صفائی کرتے ہیں، شوق پورا کر رہے ہیں۔ ارے اللہ کے بندے! شریعت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ یہ شوق پورا کرنے والا نہیں بلکہ یہ شیطان کو خوش کرنے والا کام ہے، لڑکوں نے عورتوں کی طرح بال رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز سے پہلے اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹتے تھے۔ جمعہ کے دن یہ عمل ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مونچھیں بھی کاٹتے اور ناخن بھی کاٹتے تھے۔

ناخن کاٹنے کا سنت طریقہ:

پھر ناخن کاٹنے میں سنت طریقہ بھی یاد رکھیں، آپ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کریں اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب آپ نماز میں پڑھتے ہیں ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' اور ''لا'' پر انگلی اٹھاتے ہیں تو جب بھی آپ ناخن کاٹنے کا ارادہ کریں تو آپ ہاتھ کو اٹھائیں اور دیکھیں کہ میں تشہد میں کون سی انگلی اٹھاتا ہوں، جب آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ انگلی ہے تو پھر اس سے شروع کریں پھر اس کے ساتھ والی انگلی، اسی طرح چھوٹی انگلی تک اور پھر سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا چھوڑ دیں۔

پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کریں اور انگوٹھے پر ختم کریں اور اب سب سے آخر میں دائیں ہاتھ کا انگوٹھا ہوگا۔ یہ سنت طریقہ ہے۔

اور دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کریں اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر

ختم کریں۔

بغل کے بال کاٹنے کا مسنون طریقہ:

اس طرح بغل کے بال کاٹنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف کے بال کاٹے جائیں۔ بائیں ہاتھ سے دائیں جانب کے بال اولاً لیں پھر بائیں جانب کے بال بائیں ہاتھ سے اگر ممکن ہو تو، ورنہ دائیں ہاتھ سے لے لے۔

مونچھیں ترشوانے کا طریقہ:

اس طرح مونچھیں ترشوانے کا سنت طریقہ ہے کہ پہلے دائیں طرف سے اس کو ترشوائے اور پھر بائیں طرف سے اس کو ترشوائے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے مونچھوں کے بالوں کو خوب مبالغہ سے کاٹا کرتے تھے یہاں تک کہ کھال کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔

یہ سنت طریقہ ہے مسنون اعمال اگر سنت طریقہ سے کئے جائیں تو ان میں اور جان پڑ جاتی ہے۔ تو شریعت نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے ظاہر کو بھی پاک رکھیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا جآء احدکم الجمعة فلیغتسل

جو جمعہ کے دن نماز کے لیے آئے تو اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھے کپڑے پہنے اور جو بھی خوشبو یا تیل میسّر ہو لگائے اور نماز کے لیے آئے دراں حالیکہ وہ مجمع میں لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جائے اور نماز جمعہ ادا کرلیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ

رب العزت جمعہ کی نماز کی اس اہمیت اور اس تیاری کی وجہ سے اس کے گزشتہ جمعہ تک کے درمیان میں جتنے گناہ ہیں وہ معاف فرمادیں گے''۔

لہٰذا جمعہ کے دن غسل کرنا، صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، اہتمام کرنا یہ ہماری شریعت کا حکم ہے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صفائی اور پاکی کا خیال نہیں رکھتے ہیں ہماری شریعت نے پاکی کی جتنی تاکید کی ہے دنیا کے کسی مذہب میں اتنی تاکید نہیں ہے۔

ہماری شریعت نے پہلے ہم سے ہمارا عقیدہ صاف کروایا پھر ہمارے جسم کو صاف کروایا جیسے سورۂ مدثر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

وثیابك فطهر

اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔

صاف نہیں کہا کہ ایک صفائی ہوتی ہے اور ایک پاکی ہوتی ہے شریعت نے پاکی کا حکم دیا ہے، پاکی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نجاست نہ ہو، صفائی تو اس کو کہتے ہیں کہ صاف نظر آ رہا ہے کپڑے صاف ہیں، پیشاب کا قطرہ لگا ہوا ہے لوگ کہیں گے کپڑے صاف ہیں لیکن شریعت کہتی ہے یہ پاک نہیں ہیں، پاک کپڑے رکھو۔

اب ایک آدمی بہترین کپڑے پہنتا ہے، غسل کرتا ہے لیکن گیا باتھ روم میں، کھڑے ہو کر پیشاب کیا نہ استنجاء کیا نہ وضو کیا باہر آ گیا کیا کہیں گے لوگ؟ بڑا پاک آدمی ہے کیسی خوشبو آ رہی ہے سینٹ لگایا ہوگا اس نے۔ اب دنیا والے اس کو پاک کہہ رہے ہیں لیکن شریعت اسے ناپاک کہہ رہی ہے، وہ نماز پڑھنے کے قابل نہیں ہے وہ اس حالت میں قرآن پڑھنے کے قابل نہیں ہے کہ اس کو ہاتھ لگا کر کھولے، اس لیے کہ پاکی نہیں اس میں۔

لا یمسهٗ الا المطهرونo

قرآن کریم کو تو وہ ہاتھ لگائیں گے جو پاک ہوں گے، جو پاک نہ ہو وہ قرآن کو

ہاتھ نہیں لگا سکتا خواہ کتنا ہی صاف کیوں نہ ہو۔ یہ تو ہمارا بدن ہو گیا یہ ہمارے کپڑے ہو گئے۔ پھر ہماری شریعت نے ہمارے مال کو بھی پاک بنایا ہے۔ ہمارا عقیدہ بھی پاک، پھر کہا بدن بھی پاک کرو کپڑے بھی پاک کرو، پھر کہا جو مال ہو وہ مال بھی پاک ہونا چاہیے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ

رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے مالوں سے صدقہ زکوٰۃ وصول کرلو کہ اس کے ذریعے یہ لوگ پاک ہو جائیں گے۔ ان کا مال پاک اور صاف ہو جائیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس مال سے زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی تو وہ مال پاک نہیں ہے، مال کی پاکی کیلیے اللہ تعالیٰ نے حکم لگایا کہ اس سے زکوٰۃ نکالو، زکوٰۃ نکالو گے تو تمہارا مال پاک ہو جائے گا۔ ورنہ نہیں ہوگا۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

الشیطان یعدکم الفقر

شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے۔

جب انسان زکوٰۃ دیتا ہے تو شیطان کہتا ہے، اوہو! یہ ڈھائی فیصد زکوٰۃ ہے سو میں سے ڈھائی روپیہ، یہ تو محنت سے کمایا ہے، بڑی مشقت کی ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ ایک نظام دنیا میں اللہ رحمٰن کا ہے اور ایک نظام شیطان کا ہے وہ نظام جو اللہ رحمٰن کا ہے وہ پاکی کا نظام ہے۔ اس لیے کہ

ان اللہ جمیل یحب الجمال"

اللہ تعالیٰ خوبیوں والا ہے اور خوبیوں کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے۔

اور دوسرا نظام شیطان کا ہے، شیطان پلید ہے، شیطان گندا ہے اور اسے گندا نظام

پسند ہے اس لیے کہ گندگی اور پلیدی میں شیطان کا تذکرہ ہوتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے۔ اور پاکی میں آپ نے خود محسوس کیا ہوگا کہ جب انسان غسل کرتا ہے اور صاف کپڑے پہنتا ہے پاک صاف ہوتا ہے تو نماز میں بھی مزا آتا ہے۔ اور تلاوت کرنے میں بڑا لطف آتا ہے دعا مانگنے میں بھی مزا آتا ہے۔ مسجد پاک صاف ماحول ہے یہاں کیا ہوتا ہے، آپ آئے، ایک نماز ہو رہی ہے نماز کے بعد کوئی قرآن کی تلاوت کرے گا اور کوئی ذکر کرے گا، کوئی دعا کرے گا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہے کسی بھی ذریعہ سے، اس لیے کہ یہ مقام پاک ہے۔ جہاں پاکی ہوگی وہاں اللہ پاک کا تذکرہ ہوگا یہ نظام اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اور جہاں گندگی ہے شراب خانہ ہے شراب ایک پلید چیز ہے شراب خانے میں جو لوگ موجود ہیں کیا وہاں کوئی نیکی ہو رہی ہے۔ ہر آدمی کی زبان پر فضول بات ہوگی اور جرائم کے جو مراکز ہیں شیطان کے جو اڈے ہیں وہاں خدا اور رسول ﷺ کا تذکرہ نہیں ہوتا، شیطان کا تذکرہ ہوتا ہے اور اللہ رحمٰن کا نظام پاکی کو چاہتا ہے کہ اے بندے پاکی اختیار کر، اپنے اندر کو بھی پاک رکھ اور اپنے عقیدے کو بھی پاک رکھ اور اپنے جسم کو بھی پاک رکھ مال کو بھی پاک رکھ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اللہ تعالیٰ پاکی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا عمل کرتے ہو؟ بلال کے قدم زمین پر لگ رہے ہیں اور آواز جنّت میں آ رہی ہے۔ فرمایا کہ اے اللہ کے رسول میرا تو کوئی عمل ایسا نہیں ہے ہاں ایک بات ہے کہ میں ہمیشہ وضو سے رہتا ہوں اور جب میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً وضو کرتا ہوں فوراً دو رکعت پڑھتا ہوں فرمایا یہی تو ہے۔

لایحافظ علی الوضوء الامؤمن

وضو کی حفاظت تو مومن ہی کرتا ہے ہر وقت باوضو مومن ہی رہتا ہے۔

وضو ہے تو پاک ہے، بے وضو ہے تو ناپاک ہے، یہ تو سب سے پہلی بنیاد ہے۔

ہماری شریعت کا سب سے پہلا حکم نماز کا ہے اور نماز کے لیے بنیاد نماز سے پہلے پاکی ہے

اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم

جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ، چہرہ دھولو، ہاتھ دھولو، مسح کرلو، پاؤں دھولو، پاکی اختیار کیا کرو۔ اللہ رب العزت تمہیں پاک رکھنا چاہتے ہیں۔

اس لیے میرے محترم دوستو......!

ہمیں اپنی زندگی میں شریعت کے اس حکم پر عمل کرنا ہے اور اپنے جسم کو، اپنے ظاہر کو، اپنے باطن کو پاک رکھنا ہے۔ صاف رکھنا بھی اچھی بات ہے لیکن اس سے زیادہ اہتمام پاکی کا ہو، یہ نہ کہ ہمیں کوئی کہے کہ نماز پڑھو تو ہم کہیں کہ میرے کپڑے ہی پاک نہیں ہیں۔

ارے بھائی! آپ کے کپڑوں کو کیا ہو گیا استنجاء نہیں کیا، بھائی کیوں نہیں کیا؟ یہ شیطان کا کام کیوں کرتے ہو۔ آپ استنجاء کرو اپنے کو پاک رکھو اور باوضو رہنے کی کوشش کرو، جو معاشرہ پاک ہوتا ہے جو آدمی پاک ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں آتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کے فیصلے ہوتے ہیں اور اگر انسان ناپاک ہو ناپاکی کی حالت میں ہو تو یہ شیطان سے قرب ہے شیطان سے قرب نحوست لاتا ہے، بے برکتی لاتا ہے، برائیاں لاتا ہے۔ اللہ رب العزت عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

طہارت کی اہمیت

طہارت کی اہمیّت

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۝ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (سورۂ توبہ)

والحدیث جآء عن ابی ایوب وجابر وانس رضی اللہ عنھم ان ھذہ الایۃ لما نزلت فیہ فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامعشر الانصار ان اللہ قد اثنی علیکم فی الطھور فما طھورکم ...... قالوا نتوضأ للصلوٰۃ ونغتسل من الجنابۃ ونستنجی بالمآء فقال فھو ذالک فعلیکموہ. (رواہ ابن ماجہ)

اہل قبا کی تعریف:

میرے محترم دوستو اور بزرگو!

سورۂ توبہ آیت: ۱۰۸ کا آخری حصہ تلاوت فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے
فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ

اس مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو پاکی کو پسند کرتے ہیں اور پاکی والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر وتشریح میں حدیث وارد ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اہل قباء انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> **یامعشر الانصار ان اللہ قد اثنی علیکم فی الطھور فما طھورکم ...... قالوا نتوضأ للصلوٰۃ ونغتسل من الجنابۃ ونستنجی بالمآء فقال فھو ذالک فعلیکموہ.**
>
> اے انصار کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے پاکی کے بارے میں تمہاری تعریف کی ہے، تم کیسی پاکی حاصل کرتے ہو؟ تمہارا وہ کون سا عمل ہے پاکی کے بارے میں جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کی ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا: یہ تمہارا جو عمل ہے کہ استنجاء تم پانی سے کرتے ہو یہ تمہاری پاکی اختیار کرنے کا عمل ہے اس کو لازم پکڑو‘‘۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دراصل عربوں کے ہاں چونکہ خوراک عموماً خشک اور زیادہ مرغن نہیں ہوتی تھی، سادہ کھانا کھاتے تھے تو اس لیے جوان کو تقاضا ہوتا تھا وہ اونٹ کی مینگنیوں کی طرح ہوتا تھا تو وہ لوگ عمومی طور پر ڈھیلے استعمال کرتے تھے پانی استعمال نہیں کرتے تھے اس کا رواج کم تھا اور عرب کی سرزمین میں نسبتاً پانی ہے بھی کم۔ لیکن جب مدینہ منورہ کی اس جماعت نے جو خاص طور پر قباء محلّہ میں رہتے تھے انہوں نے ڈھیلوں کے ساتھ پانی بھی استعمال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس طرح اسلام ہمیں عقائد کے اعتبار سے دل

ودماغ کوصاف رکھنے کاحکم دیتا ہے کہ

عقیدہ میں کوئی گڑ بڑنہ ہو۔

بدعت نہ ہو۔

رسومات نہ ہو۔

اس طرح اسلام ہمیں یہ بھی حکم دیتا ہے کہ اپنے بدن کو پاک رکھو، اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، طہارت، پاکی ہماری شریعت کا ایک حصہ ہے۔

پاکی کسے کہتے ہیں؟ اب طہارت کے حوالے سے تین باتیں عرض کروں گا۔

پہلی بات: پاکی کیا ہے؟ ناپاکی کیا ہے؟

دوسری بات: پاکی اور صفائی میں فرق

تیسری بات: اسلام میں پاکی کا کیا مقام ہے؟

پہلی بات:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے ''حجۃ اللہ البالغہ'' وہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ''ایک سلیم الفطرت اور صحیح المزاج آدمی جب کسی گندگی میں پڑجاتا ہے اس کے جسم میں کوئی گندگی آجاتی ہے، اس کو کوئی نجاست لاحق ہوجاتی ہے تو انسان کو طبعی طور پر ایک ظلمت محسوس ہوتی ہے، بے چینی آتی ہے اور طبیعت میں انقباض آجاتا ہے۔

مثال کے طور پر جب کوئی آدمی پورا دن گھومے اور اس کا جسم میل کچیل سے بھرجائے، شام کو جب وہ گھر آئے تو اسے گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے اس کی طبیعت میں انقباض آجاتا ہے کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا کسی کام کرنے میں دل نہیں لگتا اور پھر

جب انسان بے وضو تھا وضو کرلیا،

غسل واجب تھا غسل کرلیا،

بدن میں یا کپڑے میں کوئی گندگی لگائی تھی اس کو صاف کرلیا

اب جب اس نے وضو کیا، غسل کیا، کپڑے صاف ستھرے پہنے خوشبو لگائی تو اب اس کی طبیعت میں سرور آئے گا"۔

فرمایا جو پہلی حالت ہے اس کو ناپاکی کہتے ہیں اور جو دوسری حالت ہے اس کو پاکی کہتے ہیں۔ چنانچہ کوئی بھی انسان جب قضائے حاجت کے لیے طہارت خانہ میں جاتا ہے تو یہ نہیں کہ وہ جا کر وہاں خوشبو سونگھتا ہے، اس کو مزہ آتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد فارغ ہو کر یہاں سے نکلے، طبیعت وہاں رکنے کو نہیں چاہتی تو انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات رکھی ہے کہ یہ ناپاکی کو، گند کو نہیں چاہتا۔ یہاں تک کہ آپ جب کھانا کھائیں اور آپ کے ہاتھ میں اگر کوئی چیز لگ جائے وہ بھی سالن کا ہے صاف ستھرا ہے لیکن جب آپ کھانے سے فارغ ہوں گے تو آپ چاہیں گے کہ سب سے پہلے میں ہاتھ صابن سے دھولوں، ورنہ آدمی کو بے چینی رہتی ہے ہاتھوں کو دھو کر اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

یہی حال طہارت کا ہے اور جتنا انسان پاک رہے گا اتنا اس کا مقام اور اس کی نسبت فرشتوں کے ساتھ ہوگی اس لیے کہ فرشتوں کو کوئی تقاضہ نہیں ہے۔ انسانی جتنے بھی تقاضے اور خواہشات ہیں یہ فرشتوں کے ساتھ نہیں ہیں چنانچہ انسان جتنا پاک رہے گا اتنی اس کی نسبت ملائکہ کے ساتھ قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمایا:

لایحافظ علی الوضوء الا مومن

مومن ہمیشہ وضو پر پابند رہتا ہے۔

ہمیشہ وضو میں رہنا یہ مومن کے ایمان کی نشانی ہے اس لیے کہ یہ وقت پاک ہے اور جتنا یہ پاک رہے گا اس کے دل ودماغ پر انوارات آئیں گے، دل ودماغ اس کا پاک اور صاف رہے گا، اللہ اور رسول کے احکام کی طرف دل مائل ہوگا قلبی میلان

نیکیوں اوراچھائیوں کی جانب ہوگا اور جتنا بندہ ناپاک رہے گا، ناپاکی اختیار کرنا شیطان کا کام ہے۔شیطان بڑا خوش ہوتا ہے کہ سیدھے ہاتھ کونجاست کی جگہ استعمال کیا جائے اور کوئی الٹے ہاتھ سے کھائے۔ جتنا انسان ناپاک ہوگا اتنا شیطان کے قریب ہوجائے گا اور پھر دل ودماغ میں شیطان اپنا گند ڈالتا رہے گا، گندے اور برے خیالات لائے گا، وسوسے آتے رہیں گے۔

پھر ہماری شریعت نے جس طہارت، جس پاکی کا حکم دیا ہے دنیائے عالم میں کسی مذہب میں اس کا تصورنہیں ہے دیگر مذاہب میں صفائی کی بات ہے، صفائی اختیار کرو صاف رہو، شریعت کہتی ہے پاک رہو، پاکی اختیار کرو۔

اسلام صفائی سے آگے بلند مقام پر لے جاتا ہے کہ صفائی تو ہر انسان طبعی طور پر اختیار کرتا ہی ہے لیکن مسلمان صفائی سے آگے کے مقام پر آئے اپنے کو پاک رکھا کرے۔

پاکی اور صفائی میں فرق:

پاکی کیا ہےاور صفائی کیا ہے؟ فرمایا صفائی تو یہ ہے کہ آپ کے کپڑے صاف ہیں آپ کا بدن صاف ہے کوئی میل کچیل نہیں ہے کوئی گندنہیں ہے، آپ صاف ہیں۔ آپ کا وضونہیں ہے آپ صاف تو ہیں لیکن آپ پاک نہیں، آپ اس حالت میں نماز نہیں پڑھ سکتے اس لیے کہ آپ پاک نہیں ہیں۔

صفائی کا مطلب بدن اور کپڑے پر میل کچیل نہ ہو

پاکی کا مطلب آپ کا بدن اور لباس عبادت کے لائق ہو۔

اسلام کہتا ہے کہ پاکی اختیار کرو پھر ہماری شریعت نے جس طہارت، جس پاکی کا حکم دیا ہے دنیائے عالم میں کسی مذہب میں اس کا تصورنہیں ہے۔ دیگر مذاہب میں صفائی کی بات ہے، صفائی اختیار کرو اسلام صفائی سے بلند مقام پر لے جاتا ہے کہ

انسان صفائی تو طبعی طور پر اختیار کرتا ہے۔ لیکن مسلمان صفائی سے آگے کے مقام پر آئے اپنے آپ کو پاک رکھے۔ جبکہ دوسرے مذاہب کہتے ہیں کہ صفائی اختیار کرو۔

جب پاکی اختیار کرو گے تو صفائی خود بخود آجائے گی اس وجہ سے جو عام مقامات میں لکھا ہوتا ہے "صفائی ایمان کا نصف حصہ ہے" حدیث کا یہ ترجمہ کرنا غلط ہے۔

نظافت بمعنی صفائی اور طہارت بمعنی پاکی

طہارت ایسا لفظ ہے کہ غیر لوگوں کے ہاں اس کا ترجمہ نہیں ہے انگریزی زبان میں طہارت کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے اور کسی نے اس کی بہت اچھی تاویل کی کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں طہارت ہی نہیں ہے۔

اس طرح غیروں کے ہاں صفائی ہے لیکن طہارت نہیں ہے پاکی نہیں ہے مثلاً اتنے بڑے بڑے ناخن رکھے ہوئے ہیں، پالتے ہیں ان کو، صفائی تو ہے میل نکال دیتے ہیں، صفائی ہے پاکی نہیں ہے۔ اسلام نے کہا چالیس دن سے اوپر رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ بڑی بڑی مونچھیں رکھی ہوئی ہیں کمال سمجھتے ہیں آپ روزانہ اس کا برش لگایا کرے دھوئے یہ صاف تو ہے پاک نہیں ہے۔ جب آپ پانی پیتے ہیں تو بال گرتے ہیں اس میں، جب آپ کھاتے ہیں تو اس میں بال گرتے ہیں پاکی کے خلاف ہے۔

صفائی کا مطلب یہ ہے کہ نظر آنے والی چیز میں گند نہ ہو اور پاک اس کو کہتے ہیں کہ آپ مکمل طور پر شریعت کے حدود کے مطابق صاف ہوں اس لیے اسلام نے پاکی اختیار کرنے کا حکم دیا۔

صفائی دراصل ظاہر بدن اور ظاہر لباس کی ہے جبکہ پاکی ظاہر کے ساتھ باطن کی بھی ہے اس لیے کہ پاکی شریعت کا حکم ہے اور گناہوں کے مٹنے کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا طہارت سے ظاہر و باطن دونوں کی صفائی ہوتی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ وضو

سے اعضاء دُھلنے کے ساتھ ساتھ گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔ جب چہرہ دھوتا ہے
چہرے کے گناہ معاف ہوتے ہیں ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حتیٰ یخرج من الذنوب (مسلم)

یہاں تک کہ گناہ سے پاک صاف ہوکر نکلتا ہے۔

اب وضوطہارت ہے کہ اس کے ذریعہ سے بدن کا ظاہروباطن پاک ہوگیا۔

اسلام میں پاکی کا مقام:

تیسری بات یہ ہے کہ اسلام میں پاکی کا کیا مقام ہے؟ میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۂ توبہ کی آیت:۱۰۸ پڑھی ہے

فِيۡهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّتَطَهَّرُوۡا

مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو پاکی پسند کرتے ہیں

واللہ یحب المطھرین

اللہ تعالیٰ پاکی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

دوسری آیت سورۂ بقرہ کی ہے آیت:۲۲۲

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین

اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے محبوب رکھتا ہے ان لوگوں کو جو توبہ کرنے والے ہوں اور محبوب رکھتا ہے ان کو جو پاکی اختیار کرنے والے ہوں۔

ان دو آیتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پاکی اختیار کرنے والے اللہ کے محبوب لوگ ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگ ہیں۔

اور حدیث مبارک میں آتا ہے کہ

الطھور شطر الایمان

پاکی ایمان کا حصہ ہے۔

قرآن پاک کی آیات سے اور اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ

پاکی اختیار کرنا یہ صرف شریعت کا ایک حکم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمایا
''یہ تو ایمان کا ایک حصّہ ہے''

لہٰذا یہ سمجھنا کہ صرف نماز کے لیے وضو کرنا ہے صرف قرآن کی تلاوت کے لیے وضو کرنا اور بیت اللہ میں طواف کے لیے جاتے وقت وضو کرنا، بس صرف ان کے لیے وضو ہے، باقی ہم بے وضو پھرتے رہیں، نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ ہر وقت پاکی میں رہنا ہے، ان کے لیے تو وضو شرط ہے، وضو کے بغیر اگر آپ نماز، قرآن کی تلاوت اور بیت اللہ کا طواف کریں گے تو آپ گناہ گار ہوں گے۔ بجائے ثواب کے آپ کو گناہ ملے گا اس کا مطلب نہیں کہ اس کے علاوہ آپ بے وضو اور ناپاک پھرتے رہیں۔

حدیث میں آتا ہے رسول پاک ﷺ کا گزر دو قبروں کے پاس ہوا آپ نے فرمایا ''انهما ليعذبان'' ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے

اما احدهما فكان لايستتر من البول

ایک ان میں سے پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا

تو اب پہلا ظاہری طہارت نہیں کرتا تھا اور دوسرے کی باطنی طہارت نہ تھی، بلکہ پاکی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایمان کا حصّہ ہے اور طہارت و پاکیزگی کا اہتمام کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، یہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

اور جو پاکی کا حکم اللہ رب العزت نے دیا اور رسول اللہ ﷺ نے بتایا یہ تو اس علاقے میں تھا جہاں تو پانی بھی کم تھا جہاں پینے کے لیے پانی وہ لوگ کتنی مشقت سے لاتے تھے لیکن وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اور رسول ﷺ نے پاکی کے اختیار کرنے کا حکم دیا چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

من اتی یوم الجمعة فلیغتسل

جو جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کر کے آئے۔

اس لیے کہ جمعہ ایک بڑا اجتماع ہے۔ سب غسل کر کے آئیں یہ سنت ہے۔ صاف ستھرے کپڑے پہن کر آئیں، تاکہ بدبو سے اور میل کچیل سے ایک دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

مسند احمد کی روایت ہے کہ کچھ لوگ آئے ان کے دانتوں میں زردی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں تمہارے دانتوں میں زردی دیکھ رہا ہوں ان کو صاف کرو۔

تو اسلام ہمیں پاکی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور جتنا انسان پاک رہے اور جتنا پاکی کو اختیار کرے گا اتنا اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کے دین کے انوارات کھلیں گے اور اس کی مشابہت ملائکہ کے ساتھ ہوگی۔

آج ہمارے یہاں صفائی کا تو بڑا اہتمام ہے کاٹن کا سوٹ ہو، بڑی زبردست قسم کی استری ہو، لیکن پاکی کا نظام نہیں ہے۔ بدن کو صاف رکھتے ہیں کپڑوں کو صاف رکھتے ہیں بڑی خوشبو لگاتے ہیں اچھی بات ہے لیکن بدن اور لباس کو پاک رکھنے کا اہتمام فرمائیں۔ پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ تقرب الی اللہ حاصل کریں۔ استنجاء کا طریقہ نہیں آتا اور کوئی تو استنجاء کرتا ہی نہیں ہے کھڑے ہو کر جانوروں کی طرح پیشاب کر کے نکل آتے ہیں جانور کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا شاید یہ کوئی بڑا کمال ہے، جانور کھڑے ہو کر کھاتا ہے تو اس نے بھی شروع کر دیا۔

ایک بزرگ نے فرمایا اور ترقی کی کہ ہم نے دیکھا کہ جانور کے سر پر ٹوپی نہیں ہے تو ٹوپی اتار دو، تو جانور بنتا ہے، جانور نہ سر پر ٹوپی پہنتا ہے اور نہ بیٹھ کر کھاتا ہے اور نہ وہ بیٹھ کر پیشاب کرتا، ہم نے کہا یہ بڑا کامیاب ہے اس کی پیروی کرو۔ نبی کریم ﷺ

کی پیروی کی ضرورت نہیں ہے۔

اس لیے میرے محترم دوستو! اور میرے بزرگو!

ذرا سوچو اور عقل سے کام لو اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟ رسول ﷺ نے ہمیں کیا حکم دیا؟ ہم صفائی اختیار کرتے ہیں اچھی بات ہے لیکن صفائی کے ساتھ آگے بڑھیں اور پاکی اختیار کرنے کی کوشش کریں، کوشش کرنی چاہئے کہ ہر وقت انسان وضو میں رہے۔

لکھا ہے انسان وضو میں ہوتا ہے، یہ ایسا ہے جیسے قلعہ میں محفوظ ہے اور جب انسان وضو میں چلتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی ہیں اور اگر بے وضو ہونے کی حالت میں اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو فرمایا کہ اپنے آپ کو ملامت کرو کہ تم نے پاکی نہیں اختیار کی۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن تعریف کرتا ہے ان لوگوں کی جو پاکی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے پاکی کو ایمان کا حصہ کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
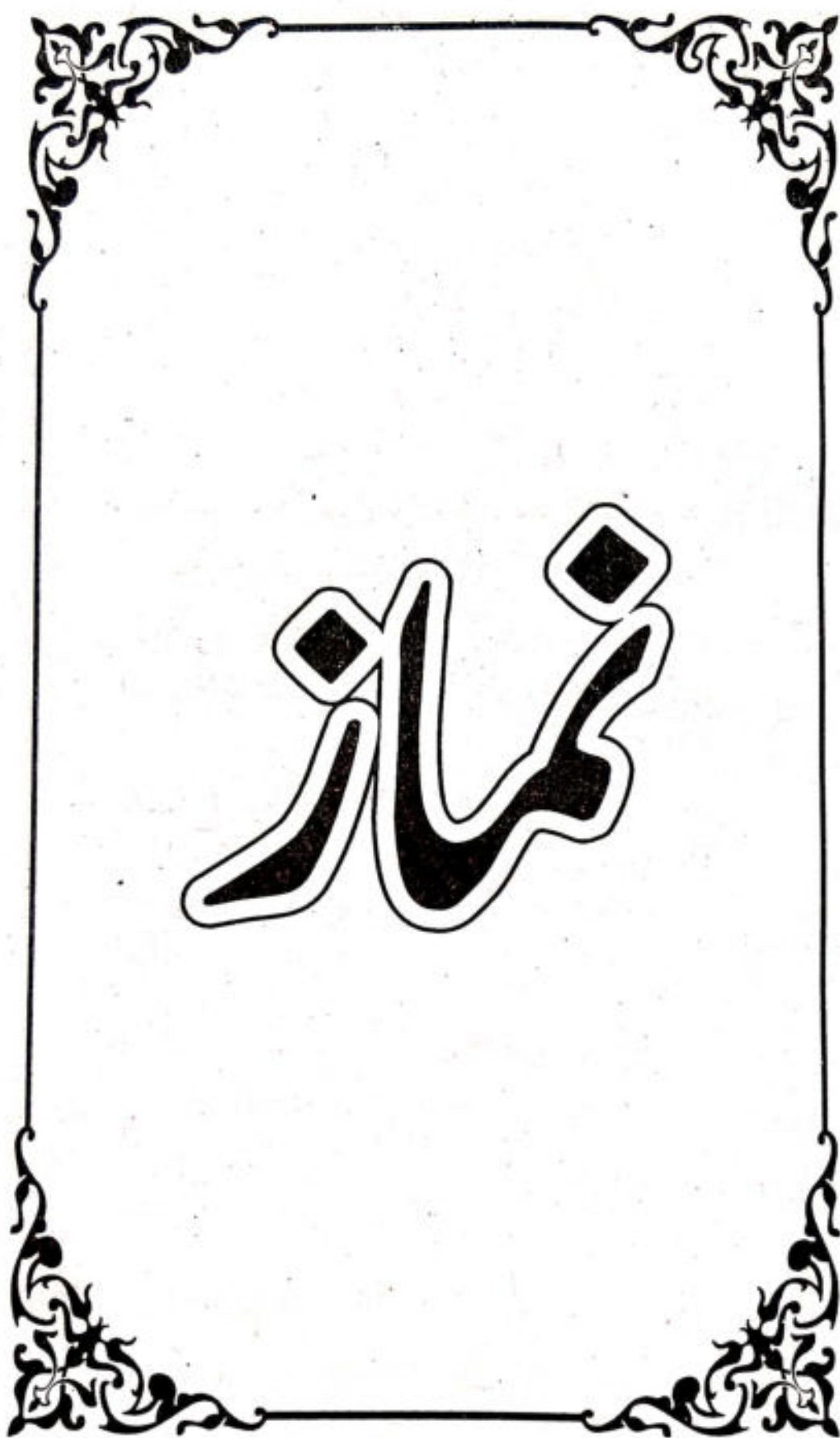
نماز

نماز

الحمد لله و کفی وسلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد! فأعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم ○ بسم الله الرحمن الرحیم ○ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی○ (سورۂ طٰہٰ)

(اے محمد) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔ ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے، معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہترین انجام پرہیزگاری کا ہے۔

میرے مسلمان بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر ایمان لانے کے بعد سب سے بنیادی اور اہم ذمہ داری جو اس کو سونپی وہ نماز کی ادائیگی ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز چھوڑنا مومن بندے اور کفر کے درمیان (کی دیوار کو ڈھا دیتا) ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

ہمارے اور منافقوں کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے لہٰذا جس نے نماز چھوڑی

وہ کافر ہو گیا۔ (رواہ احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

جب صبح ہوتی ہے تو صبح ہوتے ہی اپنے مشاغل میں نکلنا انسان کی فطری طلب اور فطری خواہش ہے کہ کوئی صبح اپنی تجارت پر نکلتا ہے کوئی اپنی زراعت پر نکلتا ہے اور کوئی اپنی ملازمت پر نکلتا ہے، کوئی پڑھنے کے لیے جاتا ہے اور کوئی پڑھانے جاتا ہے کوئی طالبعلم ہے کوئی معلّم ہے۔

مسلم اور غیر مسلم کا فرق:

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب اذان ہو جائے اذان کے بعد تمام کاموں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فریضہ کی طرف آتا ہے جبکہ غیر مسلم فریضہ کی طرف نہیں آتا اور نہ ہی اس کے لیے نماز اہمیت کی حامل ہے۔ اسی لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے صاف الفاظ میں مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کو ذکر فرما دیا کہ وہ نماز چھوڑنا ہے۔

چنانچہ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا کہ

''میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لیے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں''۔

ایک اور حدیث میں یہ مضمون اور وضاحت سے آیا ہے کہ

''حق تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جو شخص ان میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے خشوع وخضوع سے پڑھے، حق

تعالیٰ شانہ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اس کی مغفرت فرمائیں، چاہے عذاب دیں"۔

اسی لیے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تارک نماز تو بہت دور کی بات جماعت کی نماز کو ترک کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ نماز سے وہی شخص غیر حاضر ہوتا تھا جس کا نفاق کھلا ہوا تھا، مسلمانوں کو معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص منافق ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی اگر دو آدمیوں کے سہارے سے چل سکتا تو اسے لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔

ثابت ابن عمر بن عبداللہ کا واقعہ:

ثابت ابن عمر بیمار ہیں گھر میں ہیں۔ اذان کی آواز سنی تو بیٹوں سے کہا: بیٹو! مجھے لے جاؤ، بیٹوں نے کہا ابا جان! آپ بیمار ہیں آپ کو کیسے لے جائیں؟ فرمایا: میں اذان کی آواز سن رہا ہوں، اللہ کا منادی پکار رہا ہے **حی علی الصلوۃ** ...... آؤ نماز کی طرف، **حی علی الفلاح** ...... آؤ کامیابی کی طرف، لہٰذا جیسے بھی ہو سکے مجھے اٹھا کر لے چلو۔

کہتے ہیں کہ والد کو اٹھا کر بیٹے لے گئے اور صف میں کھڑا کر دیا، مغرب کی نماز میں آخری رکعت کے آخری سجدے میں ان کا انتقال ہو گیا، ان کے ساتھیوں نے بتایا کہ ہم نے ثابت کو یہ دعا کرتے سنا تھا کہ یا اللہ! اچھی موت دیجئے گا اور بری موت سے بچایئے گا، اس سے اچھی موت اور کون سی ہوگی کہ نماز پڑھتے ہوئے خدا بلا لے۔

زمانہ حال میں کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے، ہمارے ایک جاننے والے بتا رہے تھے، انہوں نے اپنی مسجد میں دیکھا کہ فجر کے بعد ایک نمازی نے نماز پڑھی اور سلام پھیرنے کے بعد تسبیحات کیں اس کے بعد دعا کر رہے تھے، ہاتھ اٹھے ہوئے تھے کہ گر

گئے اور روح قبض ہوگئی۔ سبحان اللہ......!

نماز وہ اہم ترین عبادت ہے کہ جس کی معافی شریعت میں کسی مسلمان کے لیے نہیں ہے۔ روزے کی معافی ہے، زکوۃ وحج اور دیگر ارکان میں رخصت واجازت ہے، لیکن نماز اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم ترین حکم ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی رخصت عطا نہیں فرمائی، یہ بیمار ہے روزہ نہیں رکھ سکتا تو نماز بھی نہ پڑھے ایسا نہیں بلکہ نماز پڑھے گا، کھڑا نہیں ہوسکتا تو بیٹھ جائے، بیٹھ بھی نہیں سکتا تو لیٹ جائے، اشارے سے پڑھے، وضو نہیں کرسکتا، بیماری کی وجہ سے پانی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تو تیمم کرلے، ہل نہیں سکتا تو اشارہ کرلے، لیکن نماز کسی صورت معاف نہیں۔

غزوۂ احزاب کا واقعہ:

غزوۂ احزاب میں جس میں مشرکین ویہود سب ملکر مسلمانوں کے خلاف جمع ہوگئے تھے میدان میں دشمنوں نے حملہ کیا اور مسلمانوں کو ایسا مشغول رکھا کہ عصر کی نماز نکل گئی، رسول پاک ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نماز کیوں نکلی؟ اس لیے نہیں کہ وہ کسی دنیاوی کام میں مشغول تھے، کھانے پینے میں مشغول تھے۔ ایسا نہیں تھا بلکہ وہ اللہ کے راستے میں تھے اور دین کی سربلندی کے لیے جہاد کررہے تھے، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کررہے تھے۔ لیکن اس موقع پر بھی رسول پاک ﷺ کی نماز ضائع ہوگئی تو آپ کی زبان مبارک سے ان مشرکین کے لیے بددعا نکلی، فرمایا:

ملأ الله بیوتهم وقبورهم نارا شغلونا عن الصلوة الوسطیٰ ای صلاة العصر (رواہ البخاری)

''اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھردے انہوں نے ہمیں عصر کی نماز سے غافل کردیا''۔

کتنے سخت الفاظ ہیں اور کتنی سخت ناراضگی ہے اور کتنی زبردست پریشانی کا اظہار

ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ میدان جہاد میں اللہ کے راستے میں ہیں دین کی سربلندی کے لیے کام کر رہے ہیں، اس کے باوجود نماز نکل جانے پر آپ کو سخت صدمہ ہے اور آپ نے ان کفار و مشرکین کے لیے سخت الفاظ میں بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

نماز کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں جو اپنے پہلوں کے نااہل جانشین تھے فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ٥ (سورۂ مریم)

نااہل جانشین کی پہلی نشانی کہ وہ نماز کو ضائع کرتا ہے اس لیے فرمایا کہ پہلوں کے نااہل جانشین آگئے، نااہل لوگ ان کے منصب پر فائز ہوگئے اور انہوں نے نماز کو ضائع کردیا، اللہ تعالیٰ کے اس اہم فریضے کو چھوڑ دیا۔

آنحضرت ﷺ کا نماز کے بارے میں پیارا جملہ:

حضور اقدس ﷺ کا وہ جملہ کتنا پیارا ہے جو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ارحنا بها يا بلال

اے بلال! ہمیں راحت پہنچاؤ اس نماز کے ذریعے سے۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

قرة عيني في الصلوة

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

جیسے انسان جب ایک اچھی چیز کو دیکھتا ہے تو خوش ہو جاتا ہے۔ اگر انسان گھر میں آئے اور اس کی مرضی کی چیز اور اس کی خواہش کے مطابق کوئی چیز دسترخوان پر اس

کے سامنے آجائے تو وہ خوش ہوجاتا ہے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں اور وہ کہتا ہے کہ آج تو میں یہی چاہ رہا تھا، گھر والوں نے بنادیا۔

سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دور دور سے مساجد میں تشریف لاتے تھے نماز جیسے عظیم الشان فریضے کی ادائیگی کے لیے، اور وہ مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرتے تھے، آج ہم لوگ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنی ہے، پڑھ لیں گے گھر میں، مسجد میں کون سا ضروری ہے، خود سوچئے......! کہ اگر مسجد میں نماز پڑھنا ضروری نہ ہوتا تو مکّہ معظّمہ میں پہلے مسجد نہ بنائی جاتی، اللہ تعالیٰ نے جس کے متعلق ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ o

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ مکّہ میں پہلے اللہ تعالیٰ کا گھر بنایا گیا، عبادت خانہ بنایا گیا، سب سے پہلے کعبۃ اللہ کی تعمیر ہوئی پھر بعد میں آبادی ہوئی۔

رسول پاک ﷺ مدینہ تشریف لے گئے سب سے پہلے آپ نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی بعد میں اپنے لیے حجرے بنائے، مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں یوں فرمایا گیا:

وَاَنَّ الۡمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًاo

اسی لیے اللہ کے پاک رسول ﷺ نے فرمایا کہ

روئے زمین کا بہترین خطہ مسجدیں ہیں اور بدترین خطہ بازار ہیں۔

اب جسے بازار میں مزا آئے اور مسجد میں نہ آئے تو یہ خود ہی فیصلہ کریں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بازار بدترین جگہ ہے، ہاں ضرورت کے لیے جانا منع نہیں ہے، جیسا کہ باتھ روم گندی جگہ ہے لیکن اس کا مقصد یہ نہیں کہ آپ ضرورت کے لیے بھی

نہیں جاسکتے، ضرورت کے لیے تو جاسکتے ہیں لیکن وہاں لیٹ نہیں سکتے، یہ سوچ کر کہ جی میری چارپائی یہاں لگادو، بہت خوبصورت باتھ روم بنا ہوا ہے، میں نے اس پر دو لاکھ روپے خرچ کیا ہے چلو ایک رات اس باتھ روم میں گزاروں، اسی طرح مارکیٹ جائیں ضرورت پوری کریں اور آجائیں، بلاضرورت جانا کہ چلو جی چکر لگا کر آجاتے ہیں بڑا مزہ آتا ہے، اگر مسجد میں آتے ہیں تو کہتے ہیں مولوی صاحب ٹائم ہوگیا ہے بس کریں، دومنٹ زیادہ لگادیئے ہیں آپ نے۔ یہ درست طریقہ نہیں۔

تو جس کو مسجد میں مزہ نہیں آتا اسے گھٹن محسوس ہوتی ہے، بازار میں جا کر وہ خوشی محسوس کرتا ہے اور مسجد میں اس کا دل نہیں لگتا تو یہ فیصلہ خود کریں کہ ہم کس کے ساتھی ہیں، اسی لیے کہ اللہ کے نبی نے بازار کو بدترین جگہ فرمایا اور مسجد کو بہترین جگہ قرار دیا، جو مسجد میں رہ کر خوش ہوتا ہے وہ بہترین انسان ہے، نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کو وہیں ملا کرتے تھے، اس لیے نماز پڑھنا ضروری ہے اور مسجد میں ہی ادا کرنا ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ:

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی تھے انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میرے لیے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے آپ نے فرمایا آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ تو اس صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ بسا اوقات مجھے لانے والا کوئی نہیں ہوتا، میرا گھر تھوڑے فاصلے پر ہے، میں نابینا ہوں، مجھے آنے میں مشقت ہوتی ہے تو کیا میرے لیے اجازت ہے کہ میں گھر میں نماز پڑھ لوں، رسول پاک رضی اللہ عنہ نے ان کے عذر اور تکلیف کو دیکھتے ہوئے اجازت مرحمت فرمادی کہ جب تمہیں لانے والا کوئی نہ ہو تو گھر میں پڑھ لیا کرو، یہ صحابی جانے کے لیے نکلے تو پیچھے رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو واپس بلوایا اور فرمایا کہ:

''بتاؤ کہ تمہارے گھر اذان کی آواز آتی ہے'' فرمایا کہ جی ہاں اے اللہ کے رسول! اذان کی آواز آتی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ ''پھر میں تمہیں اجازت نہیں دے سکتا''۔

جب اذان کی آواز تمہارے کانوں میں پڑتی ہے اور تم سنتے ہو تو پھر مسجد میں آ کر نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

کتابوں میں واقعہ مذکور ہے کہ ایک صالح شخص کی جماعت کی نماز فوت ہوگئی تو انہوں نے ستائیس مرتبہ نماز ادا کر کے فرمایا کہ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، اکیلے نماز سے ستائیس گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے، نماز فوت ہونے کی صورت میں میرے چھبیس اجر کم ہو رہے تھے لہٰذا اب یہی کر سکتا ہوں کہ اس نفس سے کہوں کہ تو نے سستی کی، غفلت کی، لہٰذا اب اس کا خمیازہ بھگت۔

نفس کا علاج یہی ہے کہ نماز کو ستائیس مرتبہ پڑھ تاکہ تمہاری اصلاح ہو جائے۔

نماز......ایک تحفہ:

نماز اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ایک اہم ترین حکم ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جتنے احکام رسول پاک ﷺ پر نازل فرمائے سب زمین پر نازل فرمائے لیکن جب نماز جیسے فریضہ کو آپ ﷺ پر نازل کیا جانے لگا تو آپ کو معراج پر لے جایا گیا، آسمانوں پر بلایا گیا اور وہاں یہ حکم آپ کو دیا گیا، اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ دراصل نماز یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو ایک گفٹ ہے، ایک ہدیہ اور ایک تحفہ ہے، اور ہر وہ چھوٹا جو اپنے بڑے سے ہدیہ نہ لے نالائق چھوٹا ہے، اس لیے کہ بڑا جو ہدیہ دے گا اپنی شان کے مطابق دے گا۔ اللہ اکبر، اللہ تو بہت بڑے ہیں۔

اس لیے فرماتے ہیں کہ ''اللہ اکبر'' کا ترجمہ یہ نہیں کریں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ کوئی اور بھی بڑا اور اللہ تعالیٰ ان سے بڑے ہیں، وزیر

اعظم ہے فرمایا نہیں، ''اللہ اکبر'' اللہ بہت بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی طرف کوئی پہنچ نہیں سکتا تو اس بڑے نے جو ہدیہ رسول پاک ﷺ کے ذریعے سے ہمیں دیا اور آج کوئی انسان اسے قبول نہیں کرتا کتنا ناکام انسان ہے۔

بقول مولانا احمد علی لاہوریؒ وہ فرماتے ہیں کہ وہ پاگل ہے۔

پاگل اور عقلمند میں فرق:

ایک ہوتا ہے سمجھدار اور ایک ہوتا ہے پاگل، پاگل اس کو کہتے ہیں جو اپنا کام نہ پہچانے، ہم نے ایک آدمی کو رکھا ہے ایک کام کے لیے کہ بھائی آپ نے اس باغ کو پانی دینا ہے آپ نے اس جگہ کو صاف کرنا ہے سارے کام کریں لیکن جگہ کو صاف نہ کرے تو ہم کہیں گے کہ یہ پاگل آدمی ہے کسی کام کا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۞ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۞ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۞

میں نے تو انسان اور جنات کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ میں ان سے رزق کا ارادہ نہیں کرتا، بلاشبہ رزق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اب جب صبح ہوتی ہے تو ہم میں سے کتنے ہیں جو فجر کی نماز پڑھتے ہیں اور کتنے ہیں جو فجر پڑھے بغیر دفتر جاتے ہیں اور سن لو کہ صاف حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص صبح کی نماز کے لیے جاتا ہے تو گویا وہ ایمان کا جھنڈا لیکر چلتا ہے اور جو شخص صبح بازار جاتا ہے تو گویا وہ شیطان کا جھنڈا لیکر چلتا ہے''۔

جس نے صبح کی، رات عافیت میں گذاری، بہترین چارپائی پر گذاری، ائیر کنڈیشنڈ کمرے میں گذاری، راحت و آرام سے رات گذر گئی، اس کو کوئی تکلیف نہ ہوئی لیکن پھر بھی اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی، یہ کتنا ناشکرا انسان ہوگا؟ اور جناب

منہ ہاتھ دھو کر، ناشتہ کر کے روانہ ہوگیا بازار کی طرف، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

''اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہے''۔

فجر کو پڑھو اور مسجد میں آؤ، نہیں تو کم سے کم گھر پر پڑھو، وقت پر پڑھو۔ لیکن کتنے ہمارے گھر ایسے ہیں کہ پورا کا پورا گھر سویا ہوا ہے فجر کی نماز قضا کر دی ہے۔ کوئی بھی ان میں سے فکر کرنے والا نہیں ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ اجی! یہ مسئلہ ہو گیا ہے آپ کوئی تعویذ دیدیجئے۔ فلاں مسئلہ ہو گیا ہے، کوئی اچھا سا عامل ہو تو بتائیں۔ سب سے بڑا عامل انسان خود ہے اگر نیک اعمال کرنے والا بن جائے۔ نماز نہیں پڑھیں گے، تلاوت نہیں کریں گے، ذکر نہیں کریں گے، گانے سنیں گے، ٹی وی چلے گا، ڈرامے دیکھے جائیں گے، تو کیا برکتیں آئیں گی؟

برکت تو نماز میں ہے
ٹی وی میں نہیں۔
برکت تو ذکر و تلاوت میں ہے
ڈراموں میں نہیں۔
برکت دعاؤں میں ہے
خرافات میں نہیں ہے۔

اب جس گھر میں ٹی وی ہو اور ایسا کون سا گھر ہے جس میں روزانہ ٹی وی نہ چلتا ہو اور کون سا گھر ہے جس میں روزانہ ڈرامے نہ دیکھے جاتے ہوں، کیا یہ سب شیطانی اعمال نہیں ہیں؟

اب جب شیطانی اعمال کی نحوستیں اور بے برکتیاں گھر میں آتی ہیں تو پھر محبت انتشار سے بدل جاتی ہے، پریشانیاں آجاتی ہیں اس لیے کہ نحوستیں ہوتی ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب مومن مر جاتا ہے تو گھر کا وہ حصہ جس میں وہ مومن نماز ادا کیا کرتا تھا وہ

بھی روتا ہے ہائے! مجھ پر عبادت کرنے والا اس دنیا سے رخصت ہو گیا''۔

تو سمجھدار آدمی وہ ہے جو اپنے کام کو پہلے کرے۔

ایک شخص کراچی آتا ہے اور اس کے آنے کا مقصد کیا ہے کہ جی وہ کسی کی تعزیت کے لیے آیا ہے مثلاً اب وہ تعزیت کے لیے آیا اور ایئر پورٹ سے سیدھا بازار چلا گیا اور کہتا ہے کہ سنا ہے کہ فلاں ہوٹل میں ناشتہ بہت اچھا ملتا ہے اور وہاں ناشتہ کرنے لگ گیا اور پھر اس نے کہا چلو ذرا بازار سے خریداری بھی کرلوں اور ادھر جنازہ بھی ہو گیا کفن بھی ہو گیا دفن بھی کر دیا گیا۔ یہ جب آئے گا تو لوگ اس کو کہیں گے کہ دیکھو! اس پاگل کو، اس بے وقوف کو دیکھو، یہ کراچی جنازہ پر آیا تھا، نہ جنازے میں شریک ہوا، نہ کفن دفن پر موجود تھا بلکہ بازار چلا گیا کہ کراچی میں فلاں ہوٹل کا ناشتہ بڑا اچھا ہے۔ یہ بڑا بے وقوف آدمی ہے۔ پہلے یہ جنازے میں شریک ہوتا پھر بعد میں جو وقت ملتا اپنا کام کر لیتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا، اس لیے میرا اور آپ کا پہلا فریضہ نماز کی ادائیگی ہے، عبادات کا اہتمام ہے، اس سے جو وقت بچ جائے گا اور بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت وقت دیا ہے پھر اپنے اور کام کرلیں اور جس نے نہ فجر پڑھی ،ظہر بھی نہ پڑھی، عصر بھی نہیں پڑھی تو یہ ہے پاگل انسان۔ جس نے اپنے مقصد کو نہیں سمجھا اللہ نے اس کو جو بتلایا اس کو وہ مقصد نہیں سمجھ رہا۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ہیں پاگل جو اس حقیقت کو نہیں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، رزق دینے والا تو میں خود ہوں۔

وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا

اے نبی! اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے، یہ نہیں فرمایا کہ درخواست کرو بیٹا نماز پڑھو بلکہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر پابند رہیے۔

"لا نسئلك رزقا نحن نرزقك"

ہم آپ سے رزق نہیں چاہتے۔ رزق تو ہم آپ کو دیں گے، اب جب دکاندار نماز کے لیے جاتا ہے ادھر سے گاہک آجاتا ہے، اب یہ ایک طرف دیکھتا ہے نماز کا وقت ہے اور دوسری طرف دیکھتا ہے کہ گاہک ہے، پیسہ ہے، کیا کریں؟ لیکن نماز کا فریضہ پہلے ہے۔

سعید بن مسیّب کی مسکراہٹ:

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کبار تابعین میں سے ہیں ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انتقال کے وقت ہنس رہے تھے، کسی نے کہا کہ آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ فرمایا کہ اس پر ہنس رہا ہوں کہ الحمد للہ چالیس سال سے میرا معمول تھا کہ اذان ہوتی تھی اور سعید بن مسیب مسجد میں ہوتا تھا۔

اذان سے پہلے مسجد میں پہنچنے والے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا کہ جو مسجد میں آتا ہو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو، تو جو مسجد میں نہ آئے، ہم نے کبھی نماز میں دیکھا ہی نہ ہو، کیا کہہ سکتے ہیں اس کے بارے میں......؟

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو مسجد میں آتا ہے نماز پڑھتا ہے، اس کے مومن ہونے کی گواہی دو اور جو مسجد میں نظر ہی نہیں آتا اس کے بارے میں نہیں فرمایا۔

اس لیے عزیز دوستو!

نماز وہ اہم ترین فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر عاقل و بالغ مرد و عورت پر فرض فرمایا ہے اور بیمار و صحت مند، مسافر و مقیم کسی کے لیے بھی معافی نہیں رکھی۔

پھر ایمان کا کیا مطلب اور کلمہ توحید پڑھنے کا کیا مقصد ہے؟ وہ کون سا ایمان ہے جو ہم سے نماز بھی نہیں پڑھوا سکتا، پھر دیگر اعمال کیسے کروائے گا، جو ہمیں مسجد میں نہیں

لاسکتا، جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں جھکا سکتا وہ ایمان ہم سے اور اعمال خیر کیا کروائے گا؟

مردوں کے لیے اسے مسجد میں ادا کرنا واجب اور ضروری ہے، اگر وہ مسجد میں نماز بغیر عذر کے نہیں پڑھتا اور گھر میں ہی پڑھ لیتا ہے تو اس کے متعلق رسول پاک ﷺ نے فرمایا اس کی نماز نہیں ہوتی یعنی وہ نماز کے اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔

رسول پاک ﷺ آخری عمر میں بیمار ہوئے، دو صحابہ کرام کے سہارے آپ کو مسجد میں لایا گیا آپ کو صف میں بٹھایا گیا۔

آپ ﷺ کی آخری وصیت:

اسی لیے جب رسول پاک ﷺ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے، آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

الصلوۃ الصلوۃ و ماملکت ایمانکم

اے لوگو! نماز کا اہتمام کرو، نماز کا اہتمام کرو۔

اپنی آخری وصیت امت مسلمہ کے نام الصلوۃ الصلوۃ.

گویا رسول اللہ ﷺ نے یہ بات بتلادی کہ اے مسلمانو! میری تیئس (۲۳) سالہ محنت کا خلاصہ اور لب لباب امت کو خدا کے سامنے کھڑا کرنا ہے۔ اگر یہ امتی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا نہیں ہوا تو اس نے اپنے نبی کی ۲۳ سالہ محنت کو بے نتیجہ بنایا ہے۔ آپ گویا کہ اپنی وصیت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میری ۲۳ سالہ ایمان کی محنت اور دین کی محنت کا نچوڑ یہ ہے کہ اس امت کو مسلمان مومن بنا کر صحیح عقیدہ دے کر اسے اللہ کے سامنے کھڑا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بہ سجود کرنا تھا اور اگر اس امتی نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو فبہا، ورنہ یہ نبی کی تیئس سالہ محنت پر پانی پھیر رہا ہے، اور آپ کی وصیت سے انکار کر رہا ہے۔

اس لیے میرے دوستو! نماز ثواب کا کام سمجھ کر نہ پڑھو، اگر پڑھ لی تو صحیح ہے اور اگر نہیں پڑھی تو کوئی بات نہیں، یہ ثواب نہیں بلکہ فریضہ ہے، ذمہ داری ہے نماز نہ پڑھنے والا اللہ کے نبی نے اس کے متعلق فرمایا کہ ''یہ منافق ہے'' قرآن کریم نے اس کے متعلق فرمایا:

اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی

نماز کی طرف کھڑے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں پھر نماز کا وقت ہوگیا، پھر مؤذن نے اذان دے دی، جیسے کوئی بہت بڑا پہاڑ رکھ دیا ہے، دفتر کی طرف دوڑے ہوئے جائیں گے، دکان کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے، رات کو نماز کے لیے اٹھنا بڑا مشکل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو منافق بتایا ہے جن پر نماز گراں گذرتی ہے ان کے بارے میں فرمایا کہ

''جب نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو سستی کے ساتھ کھڑے ہوں گے''۔

یہ منافق ہیں مومن نہیں۔ مومن تو وہ ہے جو فوراً اللہ کی نداء پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

اس لیے عزیز دوستو......! میرے مسلمان بھائیو......!

میری، آپ کی اور ہر مسلمان کی یہ خواہش ہو کہ جس طرح ہمارے بازار آباد ہیں اس سے زیادہ ہماری مسجدیں آباد ہونی چاہئیں، مسجدیں نمازیوں سے بھری ہونی چاہئیں، ہمارے محلے کا ہر عاقل و بالغ مرد نماز پڑھنے والا ہو، مسجد میں آنے والا ہو، میں نماز پڑھنے والا ہو جاؤں، میرا بچہ بھی نماز پڑھنے والا ہو، میرا بھائی بھی نماز پڑھنے والا ہو، سارے اس فریضے کو ادا کرنے والے ہوں، اس لیے کہ یہ اہم ترین فریضہ ہے جو ہماری طرف متوجہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نااہل لوگ اپنی نمازوں کو ضائع کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کے اہتمام کی توفیق عطاء فرمائے۔

خود پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے گھر کے تمام افراد کو بھی نمازی بنانے کی

کوشش کی جائے۔

اگر میرے گھر کے اندر چوکیدار بے نمازی ہے تو یہ منحوس آدمی ہے، اور اگر یہ ٹیوٹر بے نمازی ہے تو یہ منحوس آدمی ہے۔ کھانا پکانے والا ہے بے نمازی ہے تو اس کا کھانا منحوس ہے، میرے گھر کا کوئی فرد بھی بے نمازی نہ رہے، نماز پڑھنے والا جب اپنا کام کرے گا تو اس کے کام میں برکت ہوگی، اس کے ساتھ اللہ کی مدد ہوگی، اس لیے کہ پہلے وہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ادا کر کے پھر اپنا جائز کام کرتا ہے۔

لہٰذا ہماری کوشش ہو کہ میرے گھر کا کوئی فرد بے نمازی نہ ہو، جس طرح میں کام کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ میرا کام کیا یا نہیں، اسی طرح میں ہر ہر فرد سے نماز کے بارے میں پوچھوں کہ نماز پڑھی یا نہیں، میرے گھر میں کوئی بے نمازی اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑنے والا نہ ہو اور میرے ساتھ رہنے والا، نماز پڑھنے والا ہو جو اللہ کے حکم کو ماننے اور اللہ کو راضی کرنے والے اعمال کرتا ہو۔

جب ہمارے ساتھ ایسے افراد ہوں گے تو ہمارے کاموں میں برکت ہوگی، ہمارے گھروں کے اندر برکت ہوگی، ہر چیز کے اندر خیر ہوگی، اور اللہ تعالیٰ اس میں خیر کے راستے پیدا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

تعظیم شعائر اللہ

تعظیم شعائر اللہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی
اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ
الرحمن الرحیم O وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ
تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِO (سورۂ حج:۳۲)

میرے دوستو بزرگو!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے

جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے گا تو ایسا عمل قلب کے تقویٰ کی علامت ہے۔

شعائر اللہ کیا ہیں؟

شعائر اللہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین پر علامت ہیں، نشانی ہیں، مثلاً مسجد ہے تو مسجد شعائر اللہ کہلاتی ہے، مسجد اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانی ہے۔ کعبۃ اللہ، کتاب اللہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیاں ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ہاں شعائر اللہ کی تفصیل:

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ کی بڑی نشانیاں چار ہیں۔

(۱) شعائر اللہ کی سب سے بڑی نشانی قرآن کریم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے جس نے پوری دنیا کے انسانوں کو چیلنج کیا ہے بلکہ جنات کو بھی کیا ہے، جیسے قرآن کریم میں آیا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ

اے نبی آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمام انس و جن جمع ہو کر بھی قرآن مجید کا مثل (نقل) لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے۔

سب سے بڑی علامت قرآن پاک ہے۔

(۲) جناب نبی اکرم ﷺ ہیں۔

(۳) کعبۃ اللہ ہے جو سارے مسلمانوں کا مرکز ہے جیسے قرآن میں آتا ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ

لوگوں کی بقا کا ذریعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک کعبہ باقی ہے مسلمانوں کا وجود باقی ہے اور یہ دنیا باقی ہے۔

(۴) چوتھی بڑی نشانی نماز ہے۔ دین کے شعائر اور علامات بہت ہیں۔ مثلاً قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

مسجد حرام کے اندر تو آپ کو صفاء اور مروہ کی پہاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ شعائر اللہ ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانی ہے۔ اس لیے کہ صفاء پر بھی پہنچ کر حاجی کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اور جب وہ مروہ پہنچتا ہے تو وہاں پر بھی یہی کلمات دہراتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی ان جگہوں میں بیان کی جاتی ہے اس لیے فرمایا کہ یہ شعائر اللہ ہیں۔

اب آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شعائر اللہ کیا ہیں؟ یعنی وہ تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ کے دین سے منسوب ہیں تو ان تمام چیزوں کی تعظیم کرنا ان کا احترام کرنا "من تقویٰ القلوب" یہ دل کے تقویٰ کی علامت ہے۔

یعنی جو شخص دین سے منسوب چیزوں کی تعظیم کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں تقویٰ اور ایمان ہے اور جو دین سے منسوب چیزوں سے نفرت کرے گا تو یہ اپنی فکر کرے کہ اس کا دل تقویٰ اور ایمان سے خالی ہے۔

دل میں تقویٰ ایمان اور اللہ تعالیٰ کی عظمت موجود ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف منسوب کوئی چیز تمہیں حقیر نظر آئے یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتی ہیں۔

اس کی یہ ایک آسان مثال آپ کو دیتا ہوں، ہمیں اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے اور بچوں کو ماں باپ سے محبت ہوتی ہے چونکہ آج کل ماں باپ سے محبت کم ہوگئی ہے اس لیے بچوں والی مثال دے رہا ہوں۔ جب بچوں سے محبت ہوتی ہے ہمیں تو جو بچے کے کپڑے ہیں وہ بھی ہمیں پیارے لگتے ہیں کہ یہ میرے بچہ کا جوڑا ہے، یہ جوتا میرے بچہ کا ہے، آپ کے دل میں ایک اختیاری محبت ہے کہ آپ کو بچہ کی ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ جس طرح آپ کو بچہ سے محبت ہے اسی طرح جس سے محبت ہوگئی اس کی متعلقہ چیزوں سے آپ کو خود بخود محبت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس کے دل میں ہماری محبت ہوگئی تعظیم ہوگئی تعلق ہو گیا تو اسے شعائر اللہ یعنی ہمارے دین کے جتنے امور ہیں ان سے محبت ہوگئی اور ان کی تعظیم اس کے دل میں ہوگئی، چنانچہ دین کی طرف منسوب نماز اعظم شعائر اللہ ہے تو کوئی مسلمان نماز کی عظمت کا انکار نہیں کرسکتا۔ نماز مسلمان مسجد میں پڑھتے ہیں تو مسجد کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جب مسجد کی عظمت کا انکار نہیں کیا جاسکتا تو مسجد کے متعلقہ

جملہ امور کی عظمت بھی مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے مثلاً امام مسجد ہے، موذن ہے، معلّم مسجد ہے ان سب کی تعظیم دل میں ہوگی۔

آج ہمارا تعلّق دین سے برائے نام ہے۔ اس لیے داڑھی کا مذاق اس مملکت میں اڑایا جارہا ہے۔ پردے کا مذاق، علماء کی تحقیر ہمارے اس ملک میں اڑائی جاتی ہے یہ وہ تمام چیزیں ہیں کہ جن کا تعلق دین سے ہے۔

اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہمارے دلوں میں دین کی عظمت اور احترام نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا شعائر اللہ کی تعظیم ''فانها من تقوی القلوب'' یہ دل کا تقویٰ ہے یہ دل کا ایمان ہے۔

لیکن آج کہتے ہیں کہ بڑی شاندار مسجدیں بنی ہوئی ہیں فلاں جگہ بڑی بہترین مسجدیں بنی ہوئی ہیں لیکن دوسری طرف کچھ اور بھی بنا ہوا ہے۔ یہ وہی نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مسجدیں تو بڑی بڑی ہوں گی لیکن عبادت اور تقویٰ اور اخلاص سے خالی ہوں گی، پورے پورے نمازیوں میں ایک نمازی بھی خشوع والا نہیں ہوگا۔

ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ شروع میں عام زندگی گزارتے تھے اور اپنے نفس پر زیادتی کرنے والوں میں سے تھے۔ ایک دن بازار جارہے تھے تو ابراہم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک کاغذ پڑا ہوا ہے کہ اس پر لفظ اللہ لکھا ہوا ہے اور لوگ اس پر چلے جارہے ہیں اس پر پاؤں رکھ رہے ہیں اور اس کو روندر ہے ہیں تو ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کاغذ کو اٹھایا اور اس کو صاف کیا اور اس کو چوما اور کہا کہ یہ میرے اللہ کا نام ہے اور پاؤں تلے روندا جارہا ہے، اس کو لے گئے اور اس کو اپنے گھر میں ادب واحترام سے رکھا۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی، ابراہیم! تم نے ہمارے نام کی تعظیم کی لہٰذا ہم نے تمہیں اپنی محبّت عطا کی، ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ پھر

بعد میں بہت بڑے عبادت گزار نیکوکار اور زاہد بن گئے۔

اس لیے کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت تھی انہوں نے اس چیز کو برداشت نہیں کیا۔

آج ہمارے یہاں اخبارات میں، رسائل میں، قرآن پاک کی آیات لکھی جارہی ہیں، احادیث مبارکہ لکھی جارہی ہیں، پھر ان میں روٹیاں فروخت ہو رہی ہیں، پرچون والے اپنا سامان دے رہے ہیں، گلیوں میں پھینکا جارہا ہے اور نہ جانے اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے ناموں کی کیا کیا بے حرمتی ہمارے ہاتھوں سے ہو رہی ہے۔

شعائر اللہ کی تعظیم، اللہ تعالیٰ کے دین کی تعظیم یہ ایمان والوں کا کام ہے۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے دین سے منسوب ہر چیز کی عظمت اور محبت ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ سے بھی محبت کرتے ہیں۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہمارے رسول سے محبت کرو اور جو اللہ کے رسول سے محبت کرتے ہیں تو وہ قرآن کریم سے بھی محبت کرتے ہیں، اور جب قرآن سے محبت کرتے ہیں تو قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے والوں سے محبت کرتے ہیں۔

ہمیں قرآن پاک سے تو محبت ہے لیکن قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے ہمارے نزدیک معاشرے میں ایک بوجھ ہے، یہ دینی مدرسہ، یہ مولوی، یہ طالب علم ان کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ہماری طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ

اور یہ شعائر اللہ ہیں۔

یہ اللہ کے دین کی نشانیاں ہیں اور یہ اللہ کے دین کے محافظ ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ O

اس قرآن پاک کو ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اب اس کی حفاظت کے مختلف انداز ہیں، اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں اور مختلف راستوں سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، یہ دین نہ کسی کے مال کا محتاج ہے، نہ کسی کے عہدے کا اور نہ کسی کی طاقت کا محتاج ہے اور نہ کسی کی قوت اور طاقت سے یہ دبتا ہے۔

نبی کریم ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت دی۔ آپ کے پاس کوئی طاقت نہیں تھی آپ کے پاس کوئی دولت نہیں تھی۔

ولد یتیماً بعث فقیراً

جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ یتیم تھے اور جب چالیس سال بعد آپ کو نبی بنا کر بھیجا تو آپ فقیر تھے۔

دولت کے انبار تو رسول ﷺ کے پاس نہ تھے۔ چنانچہ مسلمانوں میں جو مختلف فتنے پیدا ہو رہے ہیں یہ سب فتنے یہود اور نصاریٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ یہود دنیا کی وہ قوم ہے جنہوں نے اپنے والد کے ساتھ دغا کیا ہے، جنہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ دغا کیا ہے، ان کی ابتداء یہاں سے ہوئی ہے۔

یہودیوں کی ابتداء:

یہود کی ابتداء کہاں سے ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنے ابا حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ابا جان کیا بات ہے کہ آپ یوسف سے بڑی محبت کرتے ہیں، آپ اس کو ساتھ کیوں نہیں جانے دیتے کہ اس کو ہم چاہتے ہیں یہ ہمارے ساتھ چلے اور ورزش کرے تو اس سے اس کی صحت اچھی ہوگی۔ یہ انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا۔ و انا له لحافظون ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

وہ قوم کہ جس نے اپنے والد سے دغا کیا ہے اور ان کی تاریخ کی ابتداء یہ ہے کہ

انہوں نے اپنے بھائی سے دغا کیا ہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی تو یہ سب پھر مانگتے ہوئے سامنے آگئے اور قیامت کے قریب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو فرمایا کہ کسی یہودی کو کوئی جگہ پناہ نہیں دے گی اور آوازیں آئیں گی کہ آؤ مسلمان! اندر یہودی ہے۔ سوائے غرقد درخت کے، چنانچہ یہودی اسرائیل میں اپنے جنگلات میں غرقد کے انبار لگا رہے ہیں۔

بقا تو اللہ تعالیٰ کے دین میں ہے وہ یہود ونصاریٰ کہ جن کی تاریخ کفر سے، دغا سے، نافرمانیوں اور سازشوں سے بھری پڑی ہے، آج جب ہماری نظریں اٹھتی ہیں تو اسی طرف اٹھتی ہیں کہ دنیا کا تمام مالیاتی نظام ان کے پاس ہے دنیا کا تمام عسکری نظام ان کے پاس ہے دنیا کا فلاں نظام ان کے پاس ہے۔

ارے دجال جب آئے گا تو سارا نظام اسی کے پاس ہوگا یہ وہی دجال کا سلسلہ تو ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مشکوٰۃ میں روایت ہے کہ مقام لُد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کردیں گے اور مقام لُد آج اسرائیل کا سب سے بڑا جنگی اڈا ہے اسی میں اس کو پکڑیں گے اور وہیں پر ہی اس کو قتل کریں گے اور پھر آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بتائیں گے کہ دیکھو اس نیزے سے میں اس کو مار آیا ہوں۔

یہ دنیا جس رفتار سے ترقی کر رہی ہے اسی رفتار سے اس کی ہلاکت ہے۔ بقاء تو ایمان میں ہے، بقاء تو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے دین میں ہے یہ چیزیں ہماری روح کو ترقی دیتی ہیں، اور وہ چیزیں جو ہمارے جسم کو قوت اور طاقت دیتی ہیں وہ عارضی چیزیں ہیں۔ جسم میں طاقت جس چیز سے آتی ہے وہ عارضی ہے۔ روح نکل جائے تو یہ بدن کسی کام کا ہے؟ بڑا تازہ جسم ہے لیکن روح جب نکل جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گلے میں ایک زنجیر ڈالی ہے اور ایک دھاگہ ہے، یہاں اللہ تعالیٰ نے اس کی روح نکالی تو یہ بدن گر جائے گا۔ اور پھر گرنے کے بعد اس کو فوراً قبرستان پہنچایا جائے گا۔ ورنہ ایسی بدبو ہو جائے گی کہ ایسی بدبو کسی جانور کی بھی نہیں ہوتی۔

روح کی فکر کیجیے:

انسان کے اندر سے جب روح نکل جائے تو کچھ وقت کے بعد یہ بدن تعفن چھوڑتا ہے یہ بدن بدبو چھوڑتا ہے اور جب تک اس میں روح ہے یہ بدبو نہیں چھوڑے گا اگر چہ وہ ایک سال تک بستر پر پڑا رہے۔

اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے بہت سارے لوگ صاحبِ فراش ہوتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں، بے چارے روح اندر ہوتی ہے وہ ایک سال ہو یا دس سال بستر پر ہو بدبو نہیں آئے گی۔ روح نکل جائے اور آپ ایک ہفتہ اسے کمرہ میں رکھ کر دیکھ لیں دوسرے دن ایسی بدبو آئے گی کہ آس پڑوس سب پریشان ہو جائیں گے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ اصل ہمارے اندر روح ہے اور ہمیں فکر ہے تو جسم کی۔ روح کی ہمیں فکر ہی نہیں ہے، روح کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان دیا قرآن دیا۔ ہم اس کے ذریعے سے روح کو طاقت پہنچائیں۔ ہمیں فکر ہے کہ اپنے بدن کی کہ بدن کس طرح فٹ ہوگا؟ یہ کس طرح صحیح ہوگا، اور روح کے لیے اور اس کی غذا کے لیے کہو کہ نماز پڑھو، جواب ملتا ہے کہ اس وقت میں ورزش کرتا ہوں۔ قرآن کریم پڑھا کرو کہتے ہیں کہ اسی وقت کلب جاتا ہوں۔ یہ کلب جانا اس جسم کو کہاں تک بچائے گا۔ آخر ایک دن اس نے جانا ہے جبکہ بقاءِ روح کے لیے ہے انسان کے لیے اصل روح ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ لوگ پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے؟ تو فرمایا کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ کہہ دو کہ یہ امر ربی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رابطہ ہے جو انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ من جانب اللہ رابطہ ہے اور جہاں روح نکلی اب وہ رابطہ ختم ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک جو میں نے شروع میں بیان کیا ہے:

ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب

جوشعائر اللہ کی تعظیم کریں یعنی وہ تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ان کی تعظیم کرنا ان سے محبت کرنا فانها من تقوی القلوب یہ دل کا تقویٰ ہے۔ یہ ایمان کی علامت ہے ہمیں دین کی طرف منسوب ہر چیز سے ہر عمل سے محبت ہونی چاہئے۔ یہ ہمارے مومن ہونے کی علامت ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ہمارے متقی ہونے کی علامت ہے۔جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے اسی سے محبت ایمان کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

برکتوں والا مہینہ

برکتوں والا مہینہ

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ وعن سلمان الفارسى رضى الله عنه قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى آخر يوم من شعبان فقال: يا ايها الناس قد جاء كم شهر عظيم شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من الف شهر جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن ادى فريضة فيما سواه ومن ادى فريضة فيه كان كمن ادى سبعين فريضة فيما سواه وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة وشهر يزاد فيه رزق المومن من فطّر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل اجره من غير ان ينتقص من اجره شيء

قلنا یا رسول اللہ لیس کلنا یجد ما یفطر بہ الصائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائما علی مذقۃ لبن او شربۃ من ماء ومن أشبع صائما سقاہ اللہ من حوضی شربۃ لا یظمأ حتی یدخل الجنۃ وھو شھر أولہ رحمۃ وأوسطہ مغفرۃ وآخرہ عتق من النار ومن خفف عن مملوکہ فیہ غفر اللہ لہ وأعتقہ من النار (بیہقی)

محترم دوستو اور عزیزو!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا فضل وانعام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہماری زندگی میں ایک مرتبہ پھر یہ رحمتوں اور خیروں والا مہینہ عطا فرمایا ہے، یہ ہمارے لیے سعادت اور نیک بختی کی بات ہے، رمضان المبارک کا مہینہ کتنا خیر کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسی عظمتیں اترتی ہیں ان کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا چاند دیکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت پیدا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔

دو مہینے پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کو پانے کے لیے دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے یعنی ہمیں رمضان کا مہینہ مل جائے چنانچہ پندرہ شعبان کی رات بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں خیر اور برکتوں کی راتوں میں سے ایک رات ہے تو گویا وہاں سے رمضان کی خیروں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے رمضان کی برکتوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا

ہے جیسے صبح صادق ہو طلوع آفتاب ہو تو اس سے پہلے ہی کچھ روشنی آنا شروع ہو جاتی ہے، چودھویں کے چاند میں پہلے سے کچھ روشنی آنا شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ چودھویں کی رات کو مکمل چاند بن کر نکل آتا ہے۔

اس طرح یہ رمضان اتنی خیر و برکتوں کا مہینہ ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب سے ہی اس کے انوارات زمین پر آنا شروع ہو جاتے ہیں، چنانچہ رمضان کے آنے سے ایک دو دن پہلے جب شام کا وقت ہوتا ہے عام طور پر آپ نے سنا ہو گا لوگ کہتے ہیں کہ جی رمضان جیسا لگ رہا ہے، یہ کیوں کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اس کے انوارات آہستہ آہستہ شروع ہو جاتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے دو مہینے پہلے دعا فرمائی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ایک خطبہ دیا، رمضان کے آنے سے ایک دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع فرما کر انہیں واضح گفتگو فرما رہے ہیں، کن لوگوں سے؟ جنہیں ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں، جنہیں قرآن هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کہتا ہے کہ وہ پکے ایمان دار تھے وہ طبقہ جن کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا:

رضی اللہ عنھم و رضوا عنه

ایسا مقدس طبقہ جنہوں نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دین سیکھا اور سیکھ کر پوری دنیا کے کونے کونے میں اس کو پہنچا دیا، ایسی مقدس جماعت تھی لیکن آپ علیہ السلام نے رمضان کے پیش نظر انہیں ایک دن یہ خطبہ دیا۔

عظمتوں والا مبارک مہینہ:

فرمایا

يا ايها الناس قد جاء كم شهر عظيم شهر مبارك

اے لوگو! تم پر ایک مہینہ آ رہا ہے، بہت عظمتوں والا مہینہ ہے، برکتوں والا

مہینہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں بیان فرمائیں، ایک تو یہ بیان فرمائی کہ بہت عظمتوں والا مہینہ ہے، اس مہینہ کے ہر وقت کو اللہ تعالیٰ نے عظمت دی ہے اس کا دن بھی عظمت والا ہے اور اس کی رات بھی عظمت والی ہے، رمضان کا کوئی لمحہ عظمت سے خالی نہیں۔ شهر عظيم، شهر مبارك اور یہ پورا مہینہ برکتوں والا ہے کوئی وقت رمضان کا برکت اور خیر سے خالی نہیں ہے اس کی راتیں بھی خیر والی اور دن بھی خیر والے ہیں۔

اس کی راتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے عظمت دی اور اس کے دنوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے عظمت دی ہے یہ عظمت اور برکت والا مہینہ ہے گویا یہ بات بتائی کہ وقت کو ضائع نہ کرو، کمائی کا وقت آ گیا۔

جیسا کہ تاجر کی کمائی کا جب وقت آتا ہے اور اس کے کاروبار کا سیزن شروع ہوتا ہے تو سیزن کے وقت میں اس کے اوقات تبدیل ہو جاتے ہیں، نظام بدل جاتا ہے اور پھر سیزن کے زمانے میں کمانے والا یہ نہیں کہتا کہ جی میرا وقت تو اس وقت تک ہے، اب میرا وقت ختم ہو گیا، نہیں! وہ کہتا ہے کہ اب تو میری کمائی کا سیزن ہے اور گویا بقول ایک اللہ والے کے کہ رمضان میں جنت کی سیل لگی ہوئی ہے جیسے مارکیٹوں میں کسی کپڑے کی سیل لگی ہوتی ہے، رمضان کے اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کی سیل لگائی ہے، کیا ہے کوئی جنت کا طالب؟

روزہ افطار کرانے والے کے لیے تین فضیلتیں:

حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من فطّر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل اجره من غير ان ينتقص من اجره شيء

جو کسی روزہ دار کو افطار کروائے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے

اور اس کو جہنم سے خلاصی ہو جائے گی۔
جو کسی روزہ دار کو افطار کروائے ، اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:
پہلے نمبر پر اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے جو افطار کروا رہا ہے۔
پھر دوسرے نمبر پر اس کو جہنم سے آزادی مل جائے گی۔
اور تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ اس روزہ دار کے روزے کا ثواب اس کو بھی دیدیں گے، اب جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پورا کھانا کھلانا، پورا انتظام کرنا ہوگا، تب اتنا بڑا اجر ہوگا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

لیس کلنا یجد ما یفطّر به الصائم

کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزہ دار کو افطار کروائے،
یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا

یعطی الله هذا الثواب من فطّر صائما علی مذقة لبن او شربة من ماء

یہ اجر تو اللہ تعالیٰ تمہیں کھجور کے ایک دانے پر، پانی کے ایک گلاس پر بھی دیدے گا، ایک کھجور کا دانہ اگر اخلاص کے ساتھ تم کسی روزہ دار کو کھلا دو گے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے گا، بتائیں اس سے سستا کوئی سودا ہے؟ کوئی آدمی ایسا نہیں جو ایک کھجور کا دانہ بھی نہ خرید سکتا ہو، کوئی آدمی ایسا نہیں جو ایک گھونٹ لسی کسی کو نہ پلا سکتا ہو، چلو پانی تو ہر ایک پلا سکتا ہے، جنّت کی سیل لگی ہے کوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرے، ہم نے رمضان کو کس کمائی کا مہینہ بنا دیا ہے، کوئی کمائی میں چپکا ہوا ہے، کوئی دکان میں، کسی نے اس کو کھانے پینے کا مہینہ بنا دیا ہے۔ صبح، شام یہی فکر ہے کہ آج سحری میں کیا کھاؤں گا۔ اس فکر میں صبح، شام گذر رہی ہے۔

ایک طبقہ ہے کہ راتوں کو باتیں کرتا ہے اور اپنے اوقات کو سحری تک گذارتا ہے، فجر پڑھی یا نہیں پڑھی اور پھر سو گئے، سارا دن سونا ہے۔

میرے دوستو!

رمضان کا یہ مہینہ تجارت کا مہینہ نہیں ہے، دنیا میں یہ سونے کا مہینہ نہیں ہے یہ کھانے اور پینے کا مہینہ نہیں ہے، رمضان کا مہینہ تو عبادت کا مہینہ ہے۔

ہم دنیا کے لیے سال کے گیارہ مہینے اپنے جسموں کو تھکا دیتے ہیں، اپنی جان لگا دیتے ہیں، لیکن یہ ہمارا جسم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بھی تو کبھی تھکے، اتنی عبادت کریں اتنی عبادت کریں کہ ہمارا جسم تھک جائے، ہماری یہ آنکھیں نیند کے لیے ترس جائیں۔ اتنی عبادت کریں، گیارہ مہینے نہ کر سکے ایک مہینہ تو کریں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو نبی کریم ﷺ تین باتوں کا اہتمام فرماتے۔

تین باتوں کا اہتمام:

پہلی بات: آپ ﷺ کی عبادت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

دوسری بات: آپ ﷺ ہاتھوں کو کھول دیتے تھے۔

تیسری بات: آپ کے مناجات میں اضافہ ہو جاتا تھا، دعاؤں میں رونے میں گڑگڑانے میں۔

آپ ﷺ کی عبادت میں اضافہ ہو جاتا تھا، آپ رمضان کے علاوہ کتنی عبادت کرتے، احادیث میں آتا ہے: حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ آپ ﷺ رات کو اتنی عبادت کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوجھ جاتے تھے، پھول جاتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں ''اللہ کے رسول آپ تو بخشے بخشائے ہیں، ایسا کیوں کرتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا

نہیں تھا، ملاقات کے لیے ظہر سے پہلے آیا ان سے کسی نے کہا کہ وہ جب نماز کے لیے نکلیں تو ملاقات کر لینا۔

میں تلاوت کر رہا تھا اپنے کمرے میں، جب میں نکلا تو انہوں نے سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا اور اس کے بعد نماز کی نیت باندھی اور ظہر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد پھر میں اپنے کمرے میں آ گیا تلاوت شروع کر دی، وہ بیچارا بیٹھا رہا، میرا انتظار کرتا رہا پھر عصر کے لیے گیا عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد پھر میں اپنے کمرے میں آ گیا اور پھر میں نے تلاوت شروع کر دی۔

وہ آیا تو کہنے لگا یہ رمضان تو ہمارے پاس بھی آوے لیکن ایسا جیسا آپ کو، بخار کی طرح آوے ایسا ہمیں نہ آوے، کہ یہ رمضان تو ہمارے شہر میں بھی ہوتا ہے لیکن ایسا ہم نے نہیں دیکھا کہ بس نمازیں اور تلاوت، لیکن ان حضرات کو پتہ تھا۔

وقت قیمتی ہے دوستو!

یہ وقت قیمتی ہے، یہ کمائی کا زمانہ ہے اس وجہ سے آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے مدارس میں رمضان میں چھٹیاں ہو جاتی ہیں، حالانکہ وہاں مدرسوں میں کیا ہوتا ہے؟ قرآن وحدیث کی پڑھائی ہوتی ہے، لیکن ہمارے مشائخ اور بزرگوں سے یہ ترتیب چلی آ رہی ہے کہ رمضان، قرآن۔ رمضان، قرآن اور نمازیں، اور کوئی عمل نہیں ہے آپ ﷺ کی عبادات میں اضافہ ہو جاتا تھا، مجھے اور آپ کو بھی رمضان کے مہینے میں اپنے اندر تبدیلی لانی چاہئے، عبادات میں اضافہ ہونا چاہئے۔

ورنہ اگر ہم جوں کے توں رہے، کہ نہیں! میں تو اپنے معمول پر ہی چلوں گا، رمضان کی خیر کو نہیں حاصل کریں گے اللہ تعالیٰ کی خیر تو بارش کی طرح برس رہی ہے، جب زمین بنی ہوئی ہو تو اس زمین میں سبزہ آتا ہے اور اگر زمین کو تیار نہیں کیا ہے تو پانی بہہ جاتا ہے، زمین کو فائدہ نہیں ملتا۔ رمضان کی خیریں اور برکتیں اتر رہی ہیں لیکن ان

خیروں وبرکتوں سے تب فائدہ حاصل ہوگا، جب ہم اپنے اندر تبدیلی لائیں گے، عبادات میں اضافہ کریں گے، گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں گے۔

روزہ صرف یہ نہیں کہ صبح سے شام تک ہم نے کھایا پیا نہیں، جس طرح کھانے سے روزہ ہے جس طرح پینے سے روزہ ہے اسی طرح اس زبان کا، اس کان کا اس آنکھ کا، اس ہاتھ کا بھی روزہ ہے۔ جب پورا جسم روزہ رکھے گا تو روزے کی برکت حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون O

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تا کہ تم تقوی دار بن جاؤ۔

روزے کا مقصد:

روزہ رکھنے کا مقصد کیا ہے؟ روزے سے انسان کو تقوی ملتا ہے۔ تقوی کیا ہے؟ تقوی جنّت میں جانے کا ذریعہ ہے، جنّت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْن

جنّت متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور وہ تقوی روزے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ وہ روزہ ہے کہ صرف پیٹ کا روزہ نہ ہو، کہ پیٹ میں کھانا پینا نہیں جائے گا، اس زبان کا بھی روزہ ہو، حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی آپ کو بھی دے تو آپ کہو کہ بھائی میرا روزہ ہے، میری زبان کا بھی روزہ ہے، میں اس وقت آپ کو کچھ نہیں کہتا ہوں، میرا روزہ خراب ہوگا۔ زبان، کان، آنکھ اور تمام اعضائے بدن کا روزہ رکھو، تمام اعضائے جسمانی پاک کرلو، اس مہینہ میں ان کی تربیت کرو، لعلکم تتقون تا کہ تمہیں تقوی ملے، رمضان کی محنت سے انسان کو

تقوی کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: کبھی خاردار اور جھاڑی دار راستے سے گذرے ہو؟ فرمایا: کئی مرتبہ، کہا: کیسے گذرتے ہو؟ فرمایا: بچ بچا کے، سمٹ سمٹا کے گذرتا ہوں۔ فرمایا: اس کو تقویٰ کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو معاشرے کے گناہوں سے بچا کر سمٹ سمٹا کے چلو، کوئی گناہ جسم کے کسی عضو سے نہ ہو جائے، اس کو تقوی کہتے ہیں اور یہ تقوی اسی روزے سے حاصل ہوتا ہے جو انسان مکمل رکھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزے کی روح اور روزے کا فلسفہ اور روزہ کی حکمت اور اس کا مقصد اور اس کی غرض، تقویٰ حاصل کرنا ہے اور وہ اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب انسان گناہوں سے کلی طور پر اجتناب کرے دنیاوی کاموں کو کم سے کم کرے زیادہ سے زیادہ وقت تلاوت اور عبادت میں لگائے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

روزے کی فضیلت

روزے کی فضیلت

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ
اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ
الرحمن الرحیم
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن
آدم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی سبع مائة
ضعف قال اللہ تعالی الا الصوم فانه لی وانا أجزی به.

رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی کا مہینہ:

محترم دوستو اور بزرگو!

رمضان کا مہینہ ہے جو رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے هو شهر اوله رحمة

رمضان کا مبارک مہینہ، یہ وہ خیر اور سعادتوں والا مہینہ ہے جس کے پہلے عشرے میں رحمت، دوسرے میں مغفرت اور تیسرے میں جہنم سے آزادی ہے۔ پہلا عشرہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کی بارش برساتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں پر خصوصی رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ عشرہ مکمل ہونے کو ہے، آج دوسرا عشرہ

شروع ہوگا اور یہ دوسرا عشرہ مغفرت کا عشرہ کہلاتا ہے کہ اللہ کے وہ نیک بندے جنہوں نے رمضان کے پہلے عشرے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق سے روزے رکھے اور عبادات ادا کیں، اب دوسرا عشرہ ان کے لیے مغفرت کا پروانہ لے کر آیا ہے گویا اس دوسرے عشرے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے مغفرت کا اعلان فرماتے ہیں۔

آپ حضرات کے سامنے میں نے صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث پڑھی، جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسی حدیث کو محدثین حدیث قدسی کہتے ہیں، یہ وہ حدیث ہوتی ہے جو من جانب اللہ ہوتی ہے۔

قرآن اور حدیث قدسی میں فرق:

قرآن اور حدیث قدسی میں فرق یہ ہے کہ قرآن بواسطہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے اور یہ حدیث بغیر واسطہ حضرت جبرئیل امین کے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر وارد ہوتی ہے، اسے حدیث قدسی کہتے ہیں۔

روزے کا بدلہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

کل عمل ابن آدم له الا الصيام فانه لي وانا اجزی به

ابن آدم جو بھی عمل کرتا ہے وہ اس کے لیے ہے۔ سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔

ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے، یعنی انسان جتنے بھی اعمال کرتا ہے ان پر اس کو اجر ملتا ہے جو اللہ کی جانب سے عطا ہے۔ مثلاً

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها

ایک نیکی پر کم سے کم دس گنا اجر ملے گا۔

اب جب انسان عمل کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، زکوۃ دیتا ہے، تلاوت کرتا ہے، ذکر کرتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کو لکھتے ہیں اور اس کو اس کا اجر ملتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے مگر فرمایا روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے اور روزہ اس قانون سے بالاتر ہے ''فانہ لی'' ''روزہ تو خالص میرے لیے ہے'' ''وانا اجزی بہ'' ''اور اس کا بدلہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خود عطا کروں گا، کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اس کا بدلہ بہت ملے گا۔

اس روزہ پر ملنے والا اجر بہت زیادہ ہے اس لیے کہ بادشاہ ایک انعام تقسیم کرواتا ہے اپنے عملہ کے ذریعے اور ایک انعام ایسا ہوتا ہے جو بادشاہ خود براہ راست دیتا ہے، وہ انعام جو براہ راست ملتا ہے چونکہ وہ بادشاہ کے ہاتھ سے ملتا ہے اور بادشاہ کی شان کے مطابق ہوتا ہے اس لیے وہ عام انعام سے لازماً بڑھ کر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں دوں گا اگر روزہ عبادت تو ہے عام نماز اور زکوٰۃ کی طرح، لیکن اس پر جو اجر ہے وہ بہت زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ ''روزہ میرے لیے ہے'' علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ نسبت کی ہے اس نسبت میں روزے کی عظمت کی طرف اشارہ ہے جیسے بیت اللہ، کعبۃ اللہ۔ یہ نسبت بزرگی کے لیے ہے اس مقام کو عظمت دینے کے لیے ہے، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے، اس عبادت کو عظمت اور بزرگی دینے کے لیے اس نسبت کو بیان کیا گیا ہے ورنہ تو عبادات سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

انسان نماز کس کے لیے پڑھتا ہے؟

تلاوت کس کے لیے کرتا ہے؟

زکوٰۃ کس کے نام پر دیتا ہے؟

ذکر کس کا کرتا ہے؟
حج کس کے لیے کرتا ہے؟
عبادات سارے اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں لیکن پھر ان میں روزے کے متعلق کہا
فانہ لی

یہ اس روزے کی عظمت اور شرافت کو بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں روزہ ایک خاص الخاص عبادت ہے اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں دوں گا۔

اور بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَـاِنَّـهٗ لِیْ کہ روزہ میرے لیے ہے تو جو حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب بندہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوگا تو اس پر لوگوں کے دعوے ہوں گے، اس لیے کہ انصاف کا دن ہوگا کوئی کہے گا، اے اللہ! مجھ کو اس نے گالی دی تھی دنیا میں، کوئی کہے گا، اے اللہ مجھے اس نے ذلیل کیا تھا مجھ کو بے عزت کیا تھا، کوئی کہے گا میرے پیسے کھائے تھے اور میری غیبت کی تھی فلاں فلاں حقوق العباد کی کوتاہی شکایات شروع ہو جائیں گی۔

اللہ رب العزت فرمائیں گے اس کی عبادات لوگوں کو بدلے میں دیتے جاؤ، جو جتنا دعوی کریں اس شخص کی اتنی عبادات کاٹ کر ان لوگوں کو دیتے جاؤ، تو علماء کرام فرماتے ہیں کہ ساری عبادتیں بٹیں گی، تقسیم ہوں گی۔

لیکن روزہ کسی کے لیے نہیں ہے، روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ وہ بندہ کے اعمال نامہ سے نہیں کٹے گا۔ چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت بھی موجود ہے کہ بندہ کی نماز کٹ سکتی ہے، زکوۃ، حج، صدقہ، خیرات کٹ سکتے ہیں اور ان دعوے داروں کے نامہ اعمال میں یہ عبادات لکھی جائیں گی، مگر روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس بندے نے یہ عبادت کر لی اللہ تعالیٰ نے اس بندے کے ساتھ خاص کر لی، یہ اب اس سے کبھی بھی نہیں کٹ سکتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فـانـہ لی روزہ تو ہے ہی میرے لئے، یہاں

تک کہ قیامت کے دن بھی اگر دعوے دار آ جائیں تب بھی یہ عبادت اس سے نہیں مٹ سکتی۔

روزہ ڈھال ہے:

اور آگے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''الصیام جنة'' اور روزہ ڈھال ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کہ یہ گناہوں سے ڈھال ہے کہ جب انسان روزہ رکھتا ہے تو روزے کے ذریعے خواہشات انسانی دب جاتی ہیں اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ جہنم سے ڈھال ہے روزہ ایسی عبادت ہے جو جہنم سے بھی ڈھال ہے اور گناہوں سے بھی ڈھال ہے لیکن آگے فرمایا کہ یہ ڈھال کب ہے؟

اذا کان یوم صوم احدکم

جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو وہ نازیبا بات نہ کرے۔

غلط گفتگو نہ کرے۔

چیخ و پکار، جہالات کی حرکتیں نہ کرے۔

جب روزہ ہو تو روزہ میں غصے کی بات نہ کرے۔

روزے میں زبان سے کوئی نامناسب جملہ نہ نکالے اور روزے میں اپنی زندگی تحمل اور قابو سے گذارے۔

اب اگر کوئی دوسرا الجھے تو فرمایا کہ تم اس سے صاف کہہ دو کہ بھائی میرا روزہ ہے اگر تم سے کوئی لڑے یا گالی دے تب بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو منع فرمایا کہ روزہ دار اپنی زبان سے یہ بات کہے کہ میرا روزہ ہے، روزے میں لڑنا، گالی دینا، غلط بات کرنا، یہاں تک کہ جو آپ کو گالی دے رہا ہے اسے جواب دینے سے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول نے منع فرمایا۔ اگر ہم روزہ رکھ کر جھوٹ بول رہے ہوں، روزہ رکھ کر ہم غیبت کر رہے ہوں تو پھر ہم روزہ کی برکات سے مستفید نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ

رسول ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو بھوکا پیاسا رہنے کے سوا کچھ نہیں ملتا روزہ رکھا ہوا ہے مگر گناہ کررہے ہیں روزے میں حلال چیزیں چھوڑ دیں اور جو پہلے سے حرام تھیں ان کو کررہے ہیں۔

ایک صاحب نے پوچھا کہ نائی کے پاس جارہا ہوں، داڑھی کاٹنی ہے روزہ تو نہیں ٹوٹے گا؟ تو اگر رمضان کے مہینے میں ہم گناہوں کو نہ چھوڑیں، حرام کو نہ چھوڑیں تو پھر ایسے بھوکا رہنے سے رمضان کی برکتیں اور رحمتیں ہم سے دور رہیں گی۔ یہ تربیت کا مہینہ ہے، جب اس میں ہماری تربیت نہ ہو تو پھر کب ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان تک کو قابو میں رکھیں، اگر کوئی ہمیں گالی بھی دے تب بھی خاموش رہیں اور جب ایسا روزہ رکھیں گے تو اس پر کیسا بدلہ ملے گا۔

روزہ دار کے منہ کی بو:

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

والذی نفس محمد بیده لخلوف فم الصائم اطیب عند الله من ریح المسك

جناب نبی کریم ﷺ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پیاری ہے۔

روزہ دار کے لیے دو خوشیاں:

پہلی خوشی: اذا افطر فرح جب یہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ آج کا میرا یہ روزہ خیریت کے ساتھ مکمل ہوگیا تو جب افطار کرے گا تو اسے ایک خوشی ہوگی کہ میری ایک نیکی تکمیل کو پہنچ گئی۔

دوسری خوشی: جب اپنے رب سے ملے گا تو فرح بصومه اپنے روزے پر خوشی

حاصل ہوگی، جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا اللہ تعالیٰ کے دربار عالیہ میں یہ بندہ پیش ہوگا اور وہاں اس عبادت پر جو اجر ملے گا، جو ثواب ملے گا، اسے جب دیکھے گا تو بندہ خوش ہو جائے گا، کتنی بڑی سعادت ہے، کتنی بڑی خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے ہمارے لیے کتنی خوشی کا اعلان کیا ہے اس روزے کی عبادت پر لیکن اب بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس مبارک مہینے میں بھی روزہ نہیں رکھتے۔

حدیث میں آتا ہے ترمذی شریف کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سردی کا روزہ مفت کا ثواب ہے۔ ہم جتنے بیٹھے ہیں ہم میں سے شاید کسی کو بھی پیاس نہیں لگی۔ حالانکہ دوپہر کا وقت ہے بارہ بجے گرمی زور میں ہوتی ہے لیکن ہمیں پانی کی طلب نہیں ہے اور شام کو جب ہم افطار کرتے ہیں تو بھی ہمیں پانی کی طلب اور خواہش نہیں ہوتی، دن بھی چھوٹا موسم بھی ٹھنڈا۔

اس لیے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ سردی کا روزہ مفت کا ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیتا ہے لیکن اس سردی کے زمانے میں بھی ایسے بندے ہیں جو روزے نہیں رکھتے اور اپنی بدبختی اور اپنے نقصان کو خود دعوت دیتے ہیں۔

اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مہینہ مرحمت فرمایا تو اس مہینے کے اندر جو اہم ترین عبادت ہے وہ دن کا روزہ ہے اس کے رکھنے کا اہتمام کریں اور صرف کھانے پینے کو نہیں ترک کرنا بلکہ ہر گناہ اور ہر معصیت سے اپنے آپ کو بچانا اور اس کی تربیت کرنا کہ میں اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی چھوڑ دوں۔

گناہوں سے پاک روزہ رکھیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة ان يدع طعامه وشرابه (بخاری)

فرمایا: جس نے جھوٹی بات کو نہیں چھوڑا یعنی جھوٹ سے باز نہیں آیا اور ناجائز کام سے باز نہیں آیا، اپنی زبان کی حفاظت نہیں کی، جھوٹ بولتا رہا، غیبت کرتا رہا، برائیاں کرتا رہا، زبان ایسی ہی بے روک وٹوک استعمال کرتا رہا اور اسی طرح اپنے دیگر اعضاء کی بھی حفاظت نہ کی، آنکھ کی بھی حفاظت نہیں کی، کان کی بھی حفاظت نہیں کی اور دیگر اعضاء کی بھی حفاظت نہیں کی، برے کام کرتا رہا تو پھر اللہ تعالیٰ کی بھی اس شخص کی حاجت نہیں کے کھانا پینا چھوڑ دے۔

مالک کی مخالفت کرنا اور مالک کو ناراض کرنا کوئی اچھی عادت نہیں۔ رب کو ناراض کرنا بہت بری عادت ہے اس مہینے میں تربیت کرنی ہے اور رب کو راضی رکھنا ہے اور اس مہینے میں یہ آسان بھی ہو جاتا ہے کیوں کہ شیاطین قید ہو جاتے ہیں جو پورا سال فرض نماز بھی نہیں پڑھتے وہ اس مہینے میں بیس رکعت تراویح بھی پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسی رحمت بکھیر دی ہے کہ عبادات بہت آسان ہوگئی ہیں کہ جہاں ہمیں نماز مشکل ہوتی تھی اب ہمیں بیس رکعت تراویح بھی مل رہی ہیں، جہاں ہم سارا دن کھاتے پیتے رہتے تھے وہاں ہم صبح سے شام تک رک جاتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اتنے خیر کے دروازے کھولے، رحمت کے دروازے کھولے، اور ہر رات اعلان ہوتا ہے۔ اے خیر کے طلبگار آگے آجا، اے خیر کو چاہنے والے آگے آجا، اے برائی کے طلبگار پیچھے ہٹ جا، یہ شر کا مہینہ نہیں ہے، یہ برائیوں کا مہینہ نہیں ہے یہ گناہوں کا مہینہ نہیں ہے یہ تو خیروں کا مہینہ ہے۔

تراویح:

تو رمضان کے روزے اس کی اہم ترین عبادت اور اس کے بعد تراویح اس کی دوسری عبادت اور ایک بات یہ کہ عام اوقات میں بھی کثرت تلاوت، اس مہینے کی خاص الخاص عبادت تلاوت، گھر میں بھی تلاوت، گاڑی میں بھی تلاوت، دفتر میں بھی

تلاوت کریں، زیادہ سے زیادہ تلاوت کریں جتنے زیادہ ہم اس مہینے میں ختم قرآن کریں یہ ہمارے لیے خیر و برکت ہے۔تو تلاوت اس مہینے کا تیسرا عمل ہے۔

اس مہینے کا چوتھا عمل ہے سخاوت۔اللہ تعالیٰ کے نام پر دینا، اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنا مال غرباء اور مساکین کو پہنچانا، یہ چوتھا عمل ہے، یہ اس مہینے کے خصوصی اعمال خیر ہیں اور ہر عمل میں انسان آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے، روزوں میں بھی اخلاص، تراویح میں بھی اخلاص دل جمعی کے ساتھ، اسی طرح تلاوت بھی دل جمعی کے ساتھ اور اسی طرح صدقات وخیرات، یہ چار عبادات اس مہینے کی خصوصی عبادات ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

استخارہ کی اہمیت
وفضیلت

استخارہ کی اہمیّت وفضیلت

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى امابعد بسم الله الرحمن الرحيم ٥ عن جابر بن عبد الله قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يعلّمنا الاستخارة في الأمور كلها كالسورة من القرآن اذا همّ أحدكم بالأمر فليركع ركعتين ثم يقول اللّٰهم انى استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علّام الغيوب اللّٰهم ان كنت تعلم ان هذا الأمر خير لى فى دينى ومعاشى وعاقبة أمرى فاقدره لى وان كنت تعلم ان هذا الامر شر لي في دينى ومعاشى وعاقبة أمرى فاصرفه عنى واصرفنى عنه واقدر لى الخير حيث كان ثم رضّنى به. [رواہ البخاری]

دنیاوی معاملات مشورہ کی اہمیّت:

میرے محترم دوستو اور بزرگو!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں عارضی زندگی گزارنے کے لیے بھیجا

ہے اس عارضی زندگی میں انسان کے ساتھ ضروریات زندگی اور معاملاتِ زندگی لازم ہیں۔ انسان اپنے معاملات میں بسا اوقات کوئی فیصلہ کرتے ہوئے تردّد کا شکار ہو جاتا ہے اس لیے کہ انسان کو مستقبل کا علم نہیں ہے۔

دنیا کی اس زندگی میں اس کو مختلف معاملات پیش آتے ہیں، مثلاً ایک آدمی نے شادی کرنی ہے، کاروبار کرنا ہے، مختلف مراحل ہیں انسان کی زندگی کے، جس سے ہر انسان کا واسطہ پڑتا ہے۔ اب چونکہ مستقبل کا علم انسان کے پاس ہے نہیں تو وہ کشمکش میں ہوتا ہے تردد میں ہوتا ہے، اس کا دل مطمئن نہیں ہوتا آیا کہ اس جگہ میں رشتہ کروں یا نہ کروں، بہت بڑا مسئلہ ہے، پوری زندگی کا مسئلہ ہے، اس کاروبار کو کروں یا نہ کروں، ایسا نہ ہو کہ فائدہ تو ایک طرف، میرا سرمایہ بھی ڈوب جائے، یہ سفر جو میں کر رہا ہوں یہ کروں یا نہ کروں۔

اب ایسے معاملات میں انسان بسا اوقات ایسے کام کر لیتا ہے جن کی وجہ سے وہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ مثلاً ساحر کے پاس چلا گیا یا کسی نجومی، دست شناس یا پامسٹ کے پاس چلا گیا۔

نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل بھی دور جہالت میں مشرکین نے اسی طرز کا ایک طریقہ اپنایا ہوا تھا کہ جب وہ کوئی ایسا کام کرنے کا ارادہ کرتے تو تیر نکلواتے (آج کل طوطے والے لفافوں کی طرح) ایک تیر پر لکھا ہوتا "امرنی ربی" میرے رب نے مجھے حکم دیا، جب وہ تیر نکلتا تو کہتے کہ ہاں یہ کام کرنا ہے اور رب نے حکم دیا ہے اور بعض تیروں پر لکھا ہوتا "نھانی ربی" میرے رب نے مجھے منع کیا ہے، جب وہ تیر نکلتا تو کہتے کہ میرے رب نے مجھے اس کام سے منع کیا ہے۔

کبھی وہ ایک طریقہ اختیار کرتے تھے، پرندہ اڑاتے تھے، اگر پرندہ بائیں طرف مڑ گیا تو کہتے کہ یہ کام نہیں کرنا ہے، اس طرح جاہلانہ کچھ طریقے انہوں نے اپنی

طرف سے گھڑے ہوئے تھے۔

جناب نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ نے خرافات اور توہمات کے دلدل میں پھنسے ہوئے ان انسانوں کو دلدل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر یقین کامل اور توکل کی تعلیم دی کہ ان لغو طریقوں اور خرافات سے بچو ان میں اپنا عقیدہ، وقت اور پیسہ برباد نہ کرو۔

چنانچہ آج بھی ہمارے معاشرے میں قسمت کا حال بتانے کے لیے فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے ہیں آدمی جائے گا کہ دیکھیے کیا لکھا ہوا ہے میری قسمت میں، راز دکھایئے، وہ طوطا اڑائے گا، طوطا کارڈ اٹھائے گا، ہاں جی! یہ لکھا ہے۔

کاہن کے پاس جانے والے کے لیے سخت وعید:

اگر کوئی کاہن کے پاس جاتا ہے اپنا ہاتھ دکھاتا ہے کہ میرے ہاتھ کی لکیروں میں کیا کرشمے چھپے ہوئے ہیں، (ہاتھ کی لکیریں دیکھنے والے کو کاہن کہتے ہیں جو مستقبل کی باتیں بتائے۔) نبی اکرم ﷺ نے اس سے سخت منع کیا ہے، صحیح مسلم کی روایت ہے کہ

من اتی عرافا فسالہ عن شیء لم یقبل لہ صلاۃ اربعین لیلۃ

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی کاہن کے پاس آیا، کسی چیز کے بارے میں اس سے پوچھا، چالیس (۴۰) راتوں تک اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔

محدثین فرماتے ہیں کہ یہاں نبی اکرم ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا ہے، کیوں کہ یہ اہم عبادت ہے۔ جب اس کا یہ عالم ہے تو دیگر عبادات بطریق اولیٰ قبول نہیں ہوں گی۔

ایک دوسری روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو کاہن کے پاس آیا وہ بری ہے اس سے جو محمد ﷺ پر کتاب اتری ہے، اگر کوئی کاہن کے پاس جا کر بیٹھا تو اس کو بتادیں کہ آپ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، کیا ہوگا؟

استخارہ کی فضیلت:

عزیزان محترم!

چونکہ یہ دین، دین فطرت ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا" (سورۂ روم: ۳۰)

انسانی فطرتِ سلیم کے جو تقاضے ہیں یہ دین ان کو صحیح طریقہ سے پورا کرتا ہے، اب ہم پریشان ہیں تردد کا شکار ہیں کہ یہ کاروبار کیا جائے یا نہ کیا جائے، یہ رشتہ ہونا چاہیے یا نہیں، یہ سفر ہونا چاہیے یا نہیں۔ میں نے آپ حضرات کے سامنے ایک حدیث مبارکہ پڑھی ہے، صحیح بخاری کی یہ روایت ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ استخارہ کی تعلیم ہمیں اس طرح دیتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ یعنی اتنے اہتمام کے ساتھ۔

اور پھر ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابنِ آدم کی سعادت مندی یہ ہے کہ وہ اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کریں اور ابنِ آدم کی بدبختی میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کرے۔

ایک روایت میں فرمایا کہ کبھی نادم نہیں ہوگا وہ انسان جو مشورہ کرے، اور کبھی ناکام نہیں ہوگا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے نبی اکرم ﷺ نے امت کو استخارہ کا طریقہ بتایا، استخارہ کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ سے خیر اور بھلائی کو طلب کرنا۔ استخارہ کے ذریعہ سے ہمارا دنیا کا معاملہ بھی دین بن جاتا ہے، ہم کاروبار کر رہے ہیں لیکن ابتداء میں ہم نے رجوع کدھر کیا اللہ تعالیٰ کی طرف، اے اللہ میں آپ سے اس معاملے میں

خیر چاہتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کی عظمت آ گئی، اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو گیا۔

استخارہ کا طریقہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی معاملہ پیش آئے اور وہ سوچ میں ہے، کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا ہے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے اور نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھ لے۔

اللّٰهم انی استخیرك بعلمك واستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علّام الغيوب اللّٰهم ان كنت تعلم ان هذا الأمر خير لی فی دينی ومعاشی وعاقبة أمری فاقدره لی وان كنت تعلم ان هذا الامر شر لي فی دينی ومعاشی وعاقبة أمری فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدر لی الخير حيث كان ثم رضّنی به.

اے اللہ بے شک میں آپ سے آپ کے علم ذریعے بھلائی طلب کرتا ہوں اور میں سوال کرتا ہوں آپ کے بڑے فضل کا اس لیے کہ آپ قادر ہیں اور میں قادر نہیں ہوں، آپ جانتے ہیں اور میں کچھ نہیں جانتا، آپ تمام پوشیدہ چیزوں کا اچھی طرح جانتے ہیں۔اے اللہ یہ کام اگر میرے لیے دین کے اعتبار سے، انجام کے اعتبار سے، اگر بہتر ہو تو میرے لیے اس میں برکت فرما، میرے لیے مقدر فرما، اور اگر اے اللہ یہ کام میرے لیے برا ہو میرے دین کے اعتبار سے یا میرے معاش اور میرے انجام کے اعتبار سے تو اس کام کو مجھ سے پھیر دے اور اے اللہ مجھ سے اسے دور

کردے۔ اے اللہ جہاں میرے لیے خیر ہو وہاں میرے لیے مقدر فرما،
اور پھر مجھے اس کے ذریعہ سے خوش کردے۔

کتنے پیارے کلمات ہیں، قرآن وحدیث کی دعائیں اتنی شاندار دعائیں ہیں کہ ان کا ترجمہ اگر کسی کو آتا ہو تو اتنی لذت ہے ان دعاؤں میں کہ آدمی کہتا ہے کہ صبح شام ان دعاؤں کو کرتا رہوں۔

کتنی بہترین دعا نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بتائی ہے، ہر مسلمان کو یہ دعا یاد ہونی چاہئے، اب ہم کہہ دیں کہ اتنی لمبی دعا کون یاد کرے؟ یہ ہے شوق کی اور محبت کی بات کہ اے، بی، سی، ڈی، زیڈ تک اس مجمع میں بیٹھے ہوئے ہر آدمی کو یاد ہوگی۔ بچہ کو بھی یاد ہوگی، کیوں یاد ہے؟ ہمارے دل میں اس کی محبت ہے، عظمت ہے، اور نبی اکرم ﷺ کی وہ دعائیں جن میں ہمارے دین، دنیا کی بھلائی ہے، کہتے ہیں مولوی صاحب یاد نہیں ہوتی۔ یاد کرو بھائی! کہتے ہیں اس عمر میں یاد نہیں کر سکتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کون سی عمر میں یاد کی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے تو عمر کیا تھی، پانچ یا دس سال کے تھے؟ نہیں بلکہ وہ ۳۸ سال کے تھے، ان عمروں میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قرآن، نبی کی حدیثِ مبارکہ اور دعائیں سیکھیں اور امت تک ان کو پہنچایا، ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس دعا کو یاد رکھے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب استخارہ کرنا چاہیں، دو رکعت پڑھ لیں، اور پھر دعا پڑھیں، اور اس کے بعد ایک پاک بستر پر مسنون طریقہ پر سو جائیں۔ چہرہ قبلہ کی طرف ہو، اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے ہو اور پھر یہ دعا پڑھتے رہیں۔ یاخبیر اخبرنی اے باخبر ذات مجھے خبر دے۔ یاعلیم علمنی اے علم والے مجھے علم دے دیں،

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کیا اور اب ہمیں استخارہ میں بتایا جائے گا ہاں بھائی یہ کام کرلو، نہیں بھائی یہ کام نہیں کرنا، ایسی بات نہیں ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ کرنا ہے۔ یہ مشورہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنا ہے، آپ پر وحی نہیں آئے گی کہ آپ نے دو رکعت پڑھ لی، اب آپ پر بھی وحی آجائے گی، ایسی بات نہیں، آپ نے خیر کو مانگا ہے، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی اچھا خواب دکھادیں، ہوسکتا ہے آپ کوئی خوف ناک خواب دیکھ لیں یا آپ نے کچھ نہیں دیکھا، لیکن آپ کا دل مطمئن ہے آپ نے استخارہ کی دعا پڑھی، اور آپ کا دل مطمئن ہوگیا تو آپ وہ کام کرلیں، اگر آپ کو تسلی نہیں ہے تو نہ کرو۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا قول:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر ایک دن سے تسلی نہیں ہوتی، دو دن کریں، اگر پھر بھی تسلی نہ ہو تو تین دن کرلیں، سات دن تک لکھا ہے علماء نے اور فرمایا اس کے بعد آپ اپنا وہ کام جس کے لیے استخارہ کیا ہے اسے شروع کردیں ہاں شرط یہ ہے کہ کام جائز اور عقل کے مطابق ہو۔ ناجائز کام نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی طریقے بتائے ہیں ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ اگر ایسی صورت ہو آپ کے پاس وقت نہیں ہے، جلد از جلد فیصلہ کرنا ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر یہ دعا پڑھتے رہیں ”اَللّٰهُمَّ خِرْ لِيْ وَاخْتَرْ لِيْ“ اے اللہ میرے لیے منتخب کرلیجئے اور میرے اللہ میرے لیے پسند کرلیجئے۔

اس کو پڑھتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دی، اس کو کرلو۔

لیکن یہ باتیں ہمارے اوپر سے گزرتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ساتھی نے بہت اچھی بات کہی کہ ایک آدمی کی فیکٹری میں بہت قیمتی مشین ہو اس نے رکھی ہو، اب وہ ہر ایک سے کہے کہ میرے پاس بڑی اچھی اور قیمتی مشین ہے، لیکن اس سے کام نہ لیا

جاتا ہو، اس سے کپڑا نہ بنایا جاتا ہو، تو اس کا کوئی فائدہ ملے گا؟ اس کا کوئی فائدہ ظاہر نہیں ہوگا۔ اسی طرح ہمارے پاس دین ہے، ہمارے پاس اللہ کے احکام ہیں، ہمارے پاس نبی کے طریقے تو ہیں لیکن کتابوں اور الماریوں میں۔ ہماری عملی زندگی میں آئے گا تو پتہ چلے گا کہ یہ کھانے کی دعا ہے، اس کے پڑھنے کے کتنے فائدے ہیں، جب آدمی سوتا ہے، تو سوتے وقت دعا پڑھنے کے کیا فائدے ہیں؟ بیت الخلاء میں جانے سے پہلے دعا کیوں ضروری ہے؟

یہ سب دین ہے، لیکن اپنی عملی زندگی میں اس کو لانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب آپ استخارہ کرلیں اور ہمیں بتادیں، بھائی ہم کیوں کرلیں، آپ خود کریں۔

میرے محترم دوستو!

یہ دین ہر مسلمان کے لیے ہے اور ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ ہر مسلمان اس پر عمل کرے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو استخارہ کرنا سکھایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ کسی صحابی نے رسول سے کہا ہو کہ میرے لیے استخارہ کردیجئے۔ نبی کریم ﷺ کی ہستی سب سے بڑی تھی۔

استخارہ خود کریں، تب اس میں خیر ہے، اس لیے کہ استخارہ تو دعا ہے۔ اللہ سے مانگنا ہے اور رسول ﷺ نے فرمایا:

"ما خاب من استخار"

جو استخارہ کرے گا وہ کبھی ناکام نہیں ہوگا

اس لیے کہ وہ اپنے اللہ کے رابطہ میں ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کو درخواست دے رکھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"وقال ربکم ادعونی استجب لکم"

جب مجھے درخواست دو گے تو وہ منظور ہی منظور ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔

میرے محترم دوستو!

ہماری زندگی کے مختلف مراحل میں ہم پر مختلف حالات آتے ہیں۔ان حالات میں جب کوئی معاملہ کرنا چاہیں۔تو اس کے لیے ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں استخارہ کا بہترین عمل بتایا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''ابن آدم کی سعادت ہے کہ نیک بختی ہے کہ وہ اپنے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے خیر کو طلب کریں''

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عشرہ ذی الحجہ
کے اعمال

عشرۂ ذی الحجہ کے اعمال

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم o بسم الله الرحمن الرحيم o والفجر o وليال عشر o والشفع والوتر o (سورۂ فجر)

عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من ايام احب الى الله أن يتعبد له فيها من عشر ذى الحجة يعدل صيام كل يوم منها بصيام سنة وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر وعن ام سلمه رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل العشر واراد بعضكم أن يضحى فلا يمس من شعره وبشره شيئا وفى رواية من راى هلال ذى الحجة وأراد أن يضحي فلا يأخذ من أشعاره ولا من أطفاره.

میرے محترم دوستو اور بزرگو!

آج چونکہ دنیا مادیت سے اتنی متاثر ہے اور ہم پر مادیت کا اتنا غلبہ ہو چکا ہے کہ

ایک طرف ہم اپنی دوکان میں، اپنی مارکیٹ میں، فیکٹری اور کارخانہ میں دنیا اور دنیا کے فائدے تلاش کرتے ہیں، تو دوسری طرف آج ہم عبادات میں بھی دنیا تلاش کرتے ہیں کہ ورزش ہو جاتی ہے، نماز سے صحت اچھی ہو جاتی ہے، نماز سے اگر یہ ساری باتیں ہوں تو انکار نہیں ہے ان سے، لیکن عبادات کا مقصد یہ نہیں، عبادت کا مقصد تو بندے کا اپنے رب سے تعلّق قائم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (سورۂ طٰہٰ)

نماز میری یاد کے لیے پڑھو۔

نماز ایک عبادت ہے، اس عبادت کے ذریعے سے اللہ رب العزت کو یاد کرو، روزے کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے اس کا مقصد بھی بیان فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

تم پر بھی روزے فرض کیے گئے جیسے آپ سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

اللہ کا قرآن ہمیں یہ کہتا ہے کہ عبادات کا مقصد روحانیت پیدا کرنا ہے، اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنا اپنے اللہ کو یاد کرنا اپنے اللہ سے تعلّق جوڑنا اور اس اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔

چنانچہ حضرات علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر انسان اپنی چار عبادات کو درست کر لے، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ ان چار عبادات کو نبی علیہ السلام کے سکھائے ہوئے طریقے کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کرے تو اس کی ساری زندگی بن جائے گی، اسی وجہ سے ان چاروں عبادات کو ارکان اسلام کہا جاتا ہے جو ان کو صحیح طریقہ سے ادا کرے گا تو اس کی زندگی کے بقیہ اعمال بھی ان بنیادی عبادات کی برکت سے درست ہوتے چلے جائیں گے۔

پھر عبادات کے لیے کچھ زمانے بڑے خاص ہیں کہ جیسے رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''رمضان المبارک کے مہینے میں نفل فرض کے برابر ہو جاتے ہیں اور ایک فرض (۷۰) ستر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے''۔ اللہ رب العزت اتنا اجر اس میں عطاء فرماتے ہیں۔

پھر رمضان کے گزرنے کے بعد ذی الحجہ کا مہینہ ہے کہ جس میں ایک خاص عبادت اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے جسے حج کہا جاتا ہے، حج شریعت کا ایک ایسا حکم اور ایک ایسا عمل ہے کہ جس کا بدل نہیں ہے۔ حج کے ایام، وقت اور جگہ بھی خاص ہے۔ اس خاص وقت، ایام اور جگہ کے علاوہ حج نہیں ہو سکتا۔ باقی ہر عمل کا کوئی نہ کوئی متبادل ہے مگر حج کا کوئی متبادل نہیں۔

مثال کے طور پر آپ فرض نماز پڑھتے ہیں اور فرض نماز پڑھ لینے کے بعد آپ کا جی ہے کہ میں اور نماز پڑھوں تو آپ نفل پڑھیں، ممنوع اوقات اور مکروہ وقت نہ ہو تو آپ نوافل ادا کریں۔ آپ نے رمضان کے روزے رکھ لئے، رمضان کا مہینہ ختم ہو گیا، لیکن آپ کا جی چاہتا ہے کہ میں روزے رکھوں کہ بڑا بہترین عمل ہے۔ تو اگر ایام ممنوع پانچ دن نہ ہوں تو آپ نفلی روزے رکھیں، آپ نے اپنی فرض زکوۃ ادا کر لی لیکن آپ کے دل میں آتا ہے کہ غربا اور مساکین کی ہمدردی ایک بڑا عمل ہے، تو آپ صدقہ خیرات نفلی دے سکتے ہیں لیکن حج ایک ایسا عمل ہے کہ جو ذی الحجہ کے پانچ دنوں کے ساتھ خاص ہے، ان پانچ دنوں کے علاوہ کوئی ان مقامات پر چلا جائے مثلاً

میدان عرفات کی بڑی فضیلت ہے، فرمایا کہ حاجی جب عرفات پر جمع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں اور شیطان سب سے زیادہ ذلیل، خوار اور حقیر عرفہ کے دن ہوتا ہے لیکن نو (۹) ذی الحجہ کے علاوہ کوئی عرفہ میں ایک مہینہ بھی گزارے تو اس کی فضیلت نہیں ہے، اسی منیٰ کا دن ہے، مزدلفہ کی رات ہے، یہ پانچ دن جو نکل گئے اب یہ عمل ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ آئندہ سال وہ زمانہ نہ آجائے اور یہی مقام ہو۔

لہٰذا ذی الحجہ کے مہینہ کے شروع کے دس دن عبادات کے اعتبار سے سال کے اہم دنوں میں سے ہیں، چنانچہ شروع میں جو سورۂ فجر کی پہلی آیات کی تلاوت ہوئی ان میں اللہ رب العزت قسم کھاتے ہیں کہ

والفجر ٥ ولیال عشر ٥ والشفع والوتر

قسم ہے فجر کی اور قسم ہے دس راتوں کی اور قسم ہے جفت اور طاق کی۔

اللہ رب العزت جب کسی چیز پر قسم کھائیں تو مقصود اس کی اہمیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کی قسم کھائی، علماء فرماتے ہیں کہ نمازوں کی پابندی کرو، لیکن خاص طور پر فجر اور عصر کی نمازوں کا بڑا اہتمام کرو، اس لیے کہ ان دونوں اوقات کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے والفجر اور والعصر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی (سورۂ بقرہ)

نمازوں کی حفاظت کرو، لیکن خاص طور پر بیچ والی نمازوں کی حفاظت کرو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد صلوٰۃ العصر ہے۔

اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل وعیال اور مال سب ہلاک اور تباہ ہوگیا ہے۔

اتنا بڑا نقصان ہوگیا، اور فجر سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا (سورۃ الاسراء)

فجر کی تلاوتِ قرآن میں فرشتہ حاضر ہوتے ہیں اور ہم سوتے رہتے ہیں، جب فجر کے وقت فرشتے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! بندوں کو کس حال میں چھوڑا، تو فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ جب گئے تو بھی نماز میں تھے اور جب واپس آئے تو بھی نماز میں تھے۔ اور اگر ہم سو رہے ہوں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ

سورہے تھے بندوں میں پڑے ہوئے تھے، نماز نہیں پڑھتے۔ رات بارہ بجے سے ایک بجے تک جاگتے ہیں اور فجر کی قیمتی نماز ضائع کردیتے ہیں۔

فجر سے مراد کون سی فجر ہے؟ مختلف قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دس دنوں میں جو عمل کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ پسند ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ جہاد تو بڑا عمل ہے۔ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکلنا یہ آسان کام نہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا اے اللہ کے رسول! ذی الحجہ کے دس دنوں کی اور راتوں کی عبادت وہ جہاد سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''والجهاد فی سبیل اللہ الا رجل خرج بنفسه وماله'' الا یہ کہ وہ شخص جو اپنے مال کو لے کر اپنی جان کو لے کر نکلا اور نہ وہ لوٹا اور نہ مال لوٹا تو اس کی تو بڑی ہی فضیلت ہے، لیکن اس کے علاوہ عمومی جہاد سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا ان دنوں کی عبادت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور زیادہ بہتر ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دنوں میں بیت اللہ میں دنیا بھر سے مسلمان جمع ہوجاتے ہیں، اس وقت بیت اللہ میں یہ حال ہے کہ جس طرح ایک مقناطیس اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ دروازوں میں سڑکوں میں، گلیوں میں ہر جگہ انسان آرہے ہیں، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کوئی بسوں میں آرہا اور کوئی جہاز میں آرہا ہے کوئی گھر سے اور کوئی ہوٹل سے آرہا ہے۔ بیت اللہ میں چاروں طرف سے لوگ آرہے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برس رہی ہیں۔

اب اللہ اور اللہ اس کے رسول ﷺ نے خود ان مسلمانوں کو جو بیت اللہ نہیں جاسکے ان کو اپنی رحمتوں سے نوازنا چاہا تو فرمایا کہ تم بھی عبادت میں لگ جاؤ ان ایام کی عبادت مجھے بہت پسند ہے۔ جیسے وہاں بیت اللہ خالی نہیں ہوتا، ایسے تم بھی یہاں اپنی

مسجد کو خالی مت رہنے دو، عبادت میں لگ جاؤ۔ جس طرح وہاں حاجی کا کام عبادت ہے، ذکراللہ ہے، اعمال صالحہ ہیں دنیا کے کونے کونے میں رہنے والا ہر مسلمان ان دس دنوں میں عبادات کا خاص اہتمام کرے تاکہ اللہ کی جو رحمتیں وہاں برس رہی ہیں ان کے کچھ چھینٹے یہاں بھی پڑ جائیں۔

ترمذی شریف میں روایت ہے، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی دن جس میں عبادت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہو۔ ذی الحجہ کے دس دنوں کے علاوہ۔

اللہ کو عبادت کتنی پسند ہے؟ فرمایا کہ اتنی قیمت بڑھ جاتی ہے کہ ہر ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ یکم ذی الحجہ سے لے کر نویں (۹) ذی الحجہ تک ہر ایک روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ہر رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔ اسی طرح مسلم شریف میں ایک روایت ہے کہ حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عرفہ کے دن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نویں تاریخ کا جو روزہ ہے مجھے امید ہے کہ ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ کرے گا۔

دو سال کے گناہوں کا کفارہ کرے گا، اتنے بہترین ایام ہیں، یہ عبادت کے خاص ایام ہیں اس لیے کہ ان ایام کا خاص عمل حج ہے۔ جس سے اسلام کے ارکان کی تکمیل ہوتی ہے۔ چار عمل اس عشرہ کے ساتھ خاص ہیں۔

پہلا عمل:

عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر واراد بعضکم أن یضحی فلا یمس من شعرہ وبشرہ شیئا وفی

روایة من رای هلال ذی الحجة وأراد أن یضحي فلا یأخذ من أشعاره ولا من أطفاره.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عشرہ ذی الحجہ آئے اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ بال نہ کٹوائے اور ناخن نہ تراشے"۔

یہ امر استحبابی ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ یہ کوئی فرض یا واجب نہیں بلکہ جو قربانی کرنا چاہتا ہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے مناسب ہے کہ چاند نظر آنے سے پہلے جو بال صاف کرنے ہوں صاف کرلے اور اگر ناخن کاٹنے ہوں تو کاٹ لے۔ چاند نظر آنے کے بعد پھر وہ انتظار کریں اور قربانی کے دنبہ کے بعد وہ بال یا ناخن کاٹے یہ حاجیوں کے ساتھ ایک مشابہت ہے، تاکہ کچھ پہنے، اندر بھی پڑھا جائے، یہ پہلا عمل ہے۔

دوسرا عمل:

روزے رکھنا: خاص حدیث جو پہلے ذکر ہوئی کہ ایک دن کا روزہ ایک سال کے برابر اور ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ عشرہ عبادات کے ساتھ نصیب فرمائے۔ اس وقت کی قدر کریں اور اس کو ضائع نہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک جگہ قبر دیکھی، تو وہاں سواری سے اترے اور دو رکعت نماز پڑھی اور ان کے ساتھ جو ساتھی تھے وہ یہ سمجھے کہ شاید کسی بزرگ، کسی استاد یا ان کے کسی شیخ کی قبر ہے اس لیے انہوں نے یہاں دو رکعت نفل پڑھے ہوں گے۔ جب ساتھیوں نے پوچھا کہ حضرت

آپ نے یہاں دو رکعت نفل کیوں پڑھے؟ تو جواب دیا کہ جب میں اس قبر کے پاس آیا تو مجھے یک دم خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو پھر کوئی عمل نہیں کرسکتا ہے۔

تو جب یہ خیال مجھے آیا تو میں نے فوراً دو رکعت نماز پڑھ لی، تاکہ بعد میں کام آئے۔

وقت کو قیمتی بنائیں ضائع نہ کریں۔ انسان جب دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو پیچھے کچھ ایسی ادائیں چھوڑ جاتا ہے جن کی مثال نہیں ملتی۔

تیسرا عمل:

تکبیرات تشریق: نو (۹) ذی الحجہ کی فجر سے لے کر تیرہ (۱۳) ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد مرد کے لیے بلند آواز سے اور خواتین کے لیے آہستہ آواز سے ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان کرنا، بڑائی کا اعلان کرنا، یہ تیسری خاص عبادت ہے۔

چوتھا عمل:

چوتھا عمل ہے قربانی کرنا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ ان کی اطاعت وفرماں برداری کے اس خاص عمل کو اللہ رب العزت نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے بطور سنت جاری فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان چاروں اعمال پر عمل کرنے اور اس عشرہ کی اہمیت کو سمجھنے اور قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
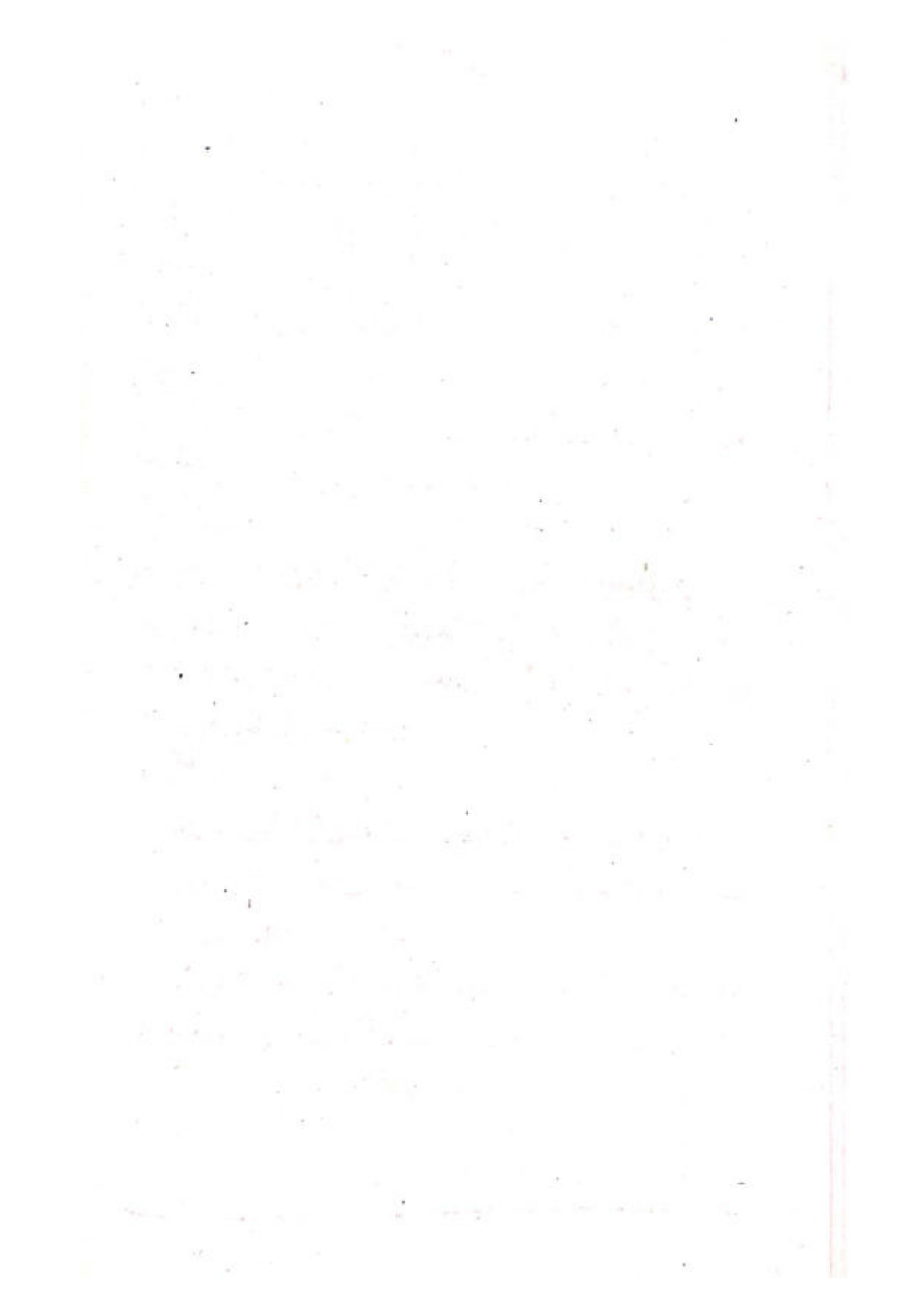
اسلام کا معاشی نظام

اسلام کا معاشی نظام

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم ○ بسم الله الرحمن الرحيم ○ يٰبَنِىٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ (سورۂ اعراف)

وقال الله تعالى فى مقام آخر وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (سورۂ اسراء)

محترم دوستو اور بزرگو!

میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید میں سے سورۂ اعراف اور سورۂ بنی اسرائیل کی دو دو آیات تلاوت کی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اے اولادِ آدم لے لو اپنی زینت، خوبصورتی، ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز مت کرو۔ شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اے نبی آپ کہہ دیجئے ان سے کہ کس نے حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی خوبصورت چیزوں کو وہ خوبصورت چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ ستھری اور پاک چیزوں میں سے۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ نعمتیں آپ کی زندگی میں تو سب کے لیے ہیں اور قیامت کے دن یہ نعمتیں صرف ایمان والوں کو ملیں گی۔ اس طرح ہم تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں اس قوم کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

رشتہ داروں کو ان کے حقوق ادا کرو اور اس طرح مسکینوں اور مسافروں کا خیال رکھا کرو اور فضول خرچی مت کرو بے شک یہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے۔

معاش کی تقسیم:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے دنیاوی زندگی کے گزارنے کے لیے ایک بنیادی مسئلہ جس کو معاش کا مسئلہ کہا جاتا ہے، بیان کیا۔ اس لیے کہ کسی بھی قوم کے لیے دنیا میں باعزت زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کا اپنا معاشی نظام مضبوط ہو، مستحکم ہو، اللہ تعالیٰ کارساز ہے۔

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِي الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے معاشی نظام لوگوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ کسی کو زیادہ مال ملا کسی کو کم۔ اب ہر انسان نے جائز طریقے سے محنت کر کے اپنا معاشی نظام صحیح اور

درست بنانا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے اہل کے لیے مال چھوڑ کر جاؤ یہ بہتر ہے۔ اگر ایک آدمی کا اپنا معاشی نظام مستحکم اور مضبوط ہوگا تو ذہنی طور پر وہ مستقل مزاج ہوگا اور وہ اپنے کاموں میں اور اپنے ارادوں میں مضبوط ہوگا۔

لیکن اگر ایک آدمی معاشی اعتبار سے کمزور ہے اس کو کھانے کے لیے خوراک ہی نہیں ملتی ہے تو دنیا کے دیگر نظام چلانے میں کمزور واقع ہوگا۔ اس لیے کہ اس کا بنیادی مسئلہ حل نہیں ہو رہا ہے۔ وہ ذہنی کرب میں مبتلا ہوگا۔ اسی طرح کوئی قوم ہو یا کوئی ملک ہو اس ملک کے اپنے پروگرام ہوتے ہیں اور اپنے نظام میں مضبوط ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کا اپنا معاشی نظام ہو اور وہ معاشی نظام مستحکم اور مضبوط ہو اور اللہ تعالیٰ کا دین یہ کامل دین ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے لیے یہ دین مکمل کیا ہوا ہے۔ اور کامل دین کی صفات یہ ہیں کہ انسانی زندگی کے ہر پہلو میں مکمل رہنمائی کرتا ہو۔ لہٰذا دین صرف نماز، روزے کا نام نہیں ہے۔ مسجد میں آکر تلاوت اور ذکر کا نام نہیں ہے۔ یہ تو دین اسلام کا ایک حصہ ہے اہم حصہ ہے۔ دین مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ انسان کی زندگی میں مکمل رہنمائی کرنے والا، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ نماز اور روزہ رکھتے ہیں تو رب مل جاتا ہے، قرآن کریم پڑھتے ہیں اور ذکر اللہ ہوتا ہے یہی دین ہے باقی تجارت ہے، کاروبار ہے، شادی ہے، زندگی کے دیگر پہلو ہیں ان میں تو دین کچھ نہیں بتاتا، یہ تو انسان اپنی عقل سے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دین کو قیامت تک کے لیے مکمل اور کامل بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا کامل دین ہونے کے ناطے یہ دین صرف آخرت پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ دین ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہماری آخرت کیسے بنے گی؟ اور ہماری قبر کیسے بنے گی؟ لیکن اس کے ساتھ یہ دین ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ ہماری دنیا کی صحیح اور کامیاب ترین زندگی کیسے گزرے

گی، اللہ تعالیٰ اس میں بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

اب اس آیت کے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَبَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

کھاؤ اور پیو، یعنی اپنی دنیا جو تمہارے پاس ہے اس کو استعمال کرو۔ لیکن اسراف مت کرو۔

واقعات میں آتا ہے بادشاہ کے پاس ایک بڑا ماہر حکیم تھا لیکن عیسائی تھا۔ اس نے کہا مسلمانو! یہ بتاؤ تمہارے پاس جو کتاب ہے اس کے اندر دین کے متعلق تو علم ہے لیکن یہ بتاؤ کہ حکمت کی کوئی بات ہے۔ دنیا میں دو علم ہوتے ہیں ایک ہے علم الادیان اور دوسرا علم الابدان ہے تو قرآن دین سکھاتا ہے لیکن بتاؤ تمہارا یہ بدن انسانی ہوگا تو دین پر چلے گا۔ اس بدن کے متعلق بھی قرآن نے کچھ کہا ہے؟ تو اس کو بتایا گیا۔

ساری حکمت ایک آیت میں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کریم میں ایک آیت کے ایک حصہ میں ساری حکمت بند کردی اور وہ یہ ہے کہ

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

کھاؤ پیو لیکن حد سے تجاوز مت کرو۔

حکیم نے کہا واقعی یہ بات تو بڑی زبردست ہے لیکن کیا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ایسی کوئی بات ہے؟ کہا گیا کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد میں بھی بڑی عظیم بات ہے اور وہ یہ ہے:

المعدة بيت الداء والحمية اصل الدواء (اوکما قال علیہ

الصلوٰۃ والسلام)

معدہ ساری بیماریوں کا مرکز ہے اور پرہیز کرنا تمام دوائیوں کی اصل ہے۔

اصل پرہیز ہے اور اپنے جسم کو وہی خوراک دو جس کا تم نے اس کو عادی بنایا ہے۔

وہ حکیم کہنے لگا تمہاری کتاب نے اور تمہارے نبی کریم ﷺ نے حکیم جالینوس کے لیے کوئی بات باقی نہیں رکھی۔

تو میں عرض کر رہا تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ دنیا استعمال کرو لیکن اسراف مت کرو یعنی اپنی آمدن اور اپنے خرچ میں توازن برقرار رکھو۔ جو تمہاری آمدن ہے، تمہارا خرچ اس کی مناسبت سے ہونا چاہئے اور فطرت انسانی یہ ہے کہ جو انسان خرچ آمدن سے کم رکھے گا یہ انسان کامیاب زندگی گزارے گا **کلوا واشربوا ولاتسرفوا** کھاؤ پیو لیکن حد سے تجاوز مت کرو۔

یعنی ہماری حد یہ ہے کہ تنخواہ دس ہزار ہے اور خرچ بارہ ہزار ہے تو ہم حد سے تجاوز کر رہے ہیں اور یہ بتادیا کہ

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ٥

حد سے تجاوز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں۔

اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گر جاتا ہے اور جو نظروں سے گر جاتا ہے تو پھر وہ اپنی کامیابی کے لیے مختلف راستے تلاش کرتا ہے، لیکن حقیقتاً وہ دن بدن ناکامی کی طرف جاتا ہے۔

مثلاً ایک آدمی کی تنخواہ دس ہزار ہے اور وہ ماہانہ بارہ ہزار خرچ کرتا ہے اب اس نے ایک مہینہ کیا تو وہ دو ہزار کا مقروض ہو گیا۔ اور پھر اگلے مہینے میں پھر ایسا ہی کیا تو پھر وہ اب وہ چار ہزار کا مقروض ہو گیا۔ اب دن بدن یہ ناکامی کی طرف چلا جائے گا۔

اس طرح ایک آدمی ایک قوم ہو یا کوئی ملک ہو جب وہ اس طرح اپنا معاشی نظام

چلائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ وہ کامیاب نہیں ہوسکتا ہے۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے اسراف سے منع کیا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں یہ بات بتادی کہ

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ○

مال خرچ کرنے کے مراتب:

اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے اس مال کے خرچ کرنے کے مراتب ہیں۔

(۱) ذا القربی رشتہ داروں کا حق ہے۔ یعنی تمہاری جو آمدن ہے، تمہارے پاس جو مال آرہا ہے اس میں سب سے پہلا حق اس کے اہل خانہ کا ہے، اس کے بچوں کا، اس کے گھر والوں کا ہے اس کے والدین کا ہے۔ یہ پہلا حق ہے لیکن اس پر اللہ تعالیٰ نے قید لگادی ہے کہ خرچ کرو مگر اسراف مت کرو جو تمہاری آمدن ہے اس کے مطابق کرو۔ اور یہ کیسے ہوگا اس کے لیے اپنے اندر دو صفات پیدا کرنی ہوں گی۔

پہلی صفت: مزاج کے اندر سادگی آجائے۔

دوسری صفت: انسان میں قناعت پیدا ہوجائے۔

مزاج میں سادگی اپنایئے:

مزاج میں سادگی ہو تو یہ کم خوراک پر کم قیمت والے لباس پر کم قیمت والے جوتے اور سواری پر رضامند ہوجائے گا، لیکن مزاج میں سادگی نہ ہو تو پھر یہ کہے گا کہ دیکھو میرا لباس فلاں درزی سے سلا ہوا ہے کیونکہ وہ پانچ سو روپے لیتا ہے اسٹیکر لگا ہوتا ہے تو اس سے لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ میں نے اتنا قیمتی کپڑا خریدا ہے اور پھر فلاں درزی سے سلوایا ہے۔

آج معاشرے میں یہ بھی ایک طرز بنادیا گیا ہے۔ کپڑے فلاں درزی کے،

جوتے فلاں دوکان کے، فلاں چیز فلاں جگہ کی، یہ ایک معیار معاشرے کا بن گیا ہے۔

اور معیار صرف دکھلاوا ہے کہ دیکھو میں اتنا مہنگا کپڑا استعمال کرتا ہوں، اتنی مہنگی چپل استعمال کرتا ہوں، اتنا مہنگا چشمہ استعمال کرتا ہوں، میری فلاں چیز فلاں جگہ سے آئی ہے یہ سب کچھ دکھلاوا ہے اور آج اس نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ مَنْ حَرَّمَ کس نے حرام کیا؟ یہ دنیا پیدا ہی ہم نے کی ہے استعمال کرنے کے لیے اور اصل تو دنیا ایمان والوں کے لیے ہے، ایمان والوں کی برکت سے کافر کھا رہے ہیں، آخرت میں تو یہ ساری نعمتیں صرف مسلمانوں کو ملیں گی۔ ''خالصة یوم القیمة''.

تو آمدن اور خرچ کو برقرار رکھنے کے لیے ہمارے اندر دو صفتوں کا ہونا ضروری ہے۔

قناعت پیدا کیجیے:

پہلی صفت یہ کہ مزاج میں سادگی آجائے۔ دوسری صفت ہمارے مزاج میں قناعت آجائے ہم قانع ہوں، صبر کرنے والے ہوں۔ جب یہ دو صفتیں ہمارے اندر پیدا ہوں گی تو پھر ہمارے اندر اسراف نہیں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلا نمبر ذکر فرمایا ات ذا القربی حقه، مال میں سے پہلا حق بچیوں کا ہے۔ والدین کا ہے گھر والوں کا ہے ان پر اتنا مال خرچ کرو۔ لیکن اسراف مت کرو۔ یعنی جائز ضرورت میں مال کو ضرورت سے زیادہ مت خرچ کرو، جائز ضرورت ہے لیکن اس میں بھی اپنی گنجائش اور اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرو۔ زیادہ مت خرچ کرو۔ تاکہ دنیا میں باعزت زندگی گزارو کامیاب زندگی گزارو۔ ورنہ قرض دار بن جاؤ گے۔ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے بن جاؤ گے تمہاری عزت اور مقام ختم ہو جائے گا۔ معاشرے میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ جس کا معاشرتی نظام مستحکم نہیں رہتا وہ کسی

کو بدل نہیں سکتا وہ اپنی بات منوا نہیں سکتا۔ معاشرے میں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کسی کی آمدن کم ہے اور کسی کی زیادہ ہے کسی کی آمدن متوسط ہے۔ ہر شخص کو حکم ہے کہ اپنے آمدن کی ترتیب سے چلا کرو۔ اپنی جائز ضرورت میں بھی اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم اپنی گنجائش سے بھی زیادہ خرچ کرو۔ صرف اپنے رسم ورواج کو برقرار رکھنے کے لیے، اپنی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو برقرار رکھنے کے لئے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اسلام بخل کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً فرمایا ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ (سورۂ بنی اسرائیل)

خبردار اسلام نے کنجوسی اور بخیلی کو ناپسند کیا ہے، بخیل آدمی شریعت میں ناپسندیدہ ہوتا ہے، بخل کا مطلب جس مقام پر خرچ کرنا ذمہ داری ہے وہاں مال ہونے کے باوجود خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ مثلاً اولاد کی ضرورت پر خرچ کرنا والدین کی ذمہ داری ہے، ان کی جائز ضرورت پر مال ہونے کے باوجود خرچ نہ کرنا بخل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس عمل کرنا پسند کیا ہے۔

وات ذالقربی حقه رشتہ داروں کو حق دو۔ لہٰذا سب سے پہلے اپنا اہل وعیال ہے، گھر ہے پھر اللہ تعالیٰ نے جن کو جتنی توفیق دی ہے جہاں جہاں رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ تعاون کریں ان کا خیال کریں۔ یہ خرچ کرنے کے مصارف ہیں اور مساکین اور غُربا کا خاص خیال رکھیں۔ مسافروں کا خیال رکھا کریں۔ ان مقامات میں مال خرچ کرو۔ اللہ نے بتایا ہے یہ خرچ کرنے کی جگہیں ہیں۔

تبذیر کسے کہتے ہیں؟

اپنے حلال مال کو کسی ناجائز کام میں خرچ کرنا یہ تبذیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ جو تمہیں دیا گیا ہے یہ تبذیر میں قطعاً نہیں خرچ کرنا، اسراف سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے یعنی اپنی ناجائز ضرورت میں بھی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔ آپ کی گنجائش ہے آپ سال میں چار جوڑے بنا سکتے ہو۔ لیکن آپ نے آٹھ جوڑے بنا دیئے۔ اپنی گنجائش سے آپ نے زیادہ کیا۔ اور یہ عمل بھی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

لیکن جہاں تک ہے مال ناجائز جگہ خرچ کرنا یہ تو شیطانی کام ہے اور اس کی مثال ہم TV خریدتے ہیں، ہم شادی پر پیسہ خرچ کرتے ہیں، ہمارے رسم و رواج ہوتے ہیں اس پر مال خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تبذیر ہے اور تبذیر کرنے والے سارے شیطان ہیں اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ مال خرچ کرنا ہے تو اپنے رشتہ داروں میں غُربا تلاش کریں، پریشان حال تلاش کریں، بیوہ اور یتیم تلاش کریں اور ان پر خرچ کریں جو ہماری ضرورت سے زیادہ رقم بچتی ہے وہ ان کو دیں۔ فضول کاموں میں نہ لگائیں۔ یہ زندگی اور یہ جسم امانت ہے یہ مال ہمارے پاس امانت ہے۔

آج ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مال میں نے کس لیے کمایا۔ لا تفرحوا بما اتکم.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا خبردار اسراف مت کرو جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسراف والوں کو پسند نہیں کیا، یہ تمہارا کمال نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، یہ میرا کمال نہیں ہے، یہ میرا تجربہ نہیں ہے، میری محنت نہیں ہے یہ تو ایک سبب ہے کہ میں دوکان اور کارخانہ میں بیٹھتا ہوں بہت سارے بیٹھنے والے ہیں لیکن ان کو کچھ نہیں ملتا۔ کاروبار ان کا نقصان میں جارہا ہے جبکہ وہ بڑی محنت کرتے ہیں، بڑی کوشش کرتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ نہیں ہوتی تو ان کا کاروبار کیا چلے گا۔ کہتے ہیں کہ میرا کاروبار چل رہا ہے۔ میرے کاروبار میں ترقی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور حلال مال اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ

تو رزق دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا ہے لہٰذا اسے صحیح مصرف میں خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کریں ہماری دنیا کی معاشی زندگی صحیح گزارنے کے لیے قرآن کریم نے ہماری رہنمائی کی اور ہمیں یہ بات بتلادی کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا اللہ نے فرمایا اے میرے بندے کھاؤ پیو۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ کہ کس نے حرام کی ہیں یہ دنیا کی چیزیں زیب و زینت کی۔ جو تمہارے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ اخرج لعبادہ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ یہ نعمتیں انسان کے استعمال کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ حرام نہیں ہیں لیکن ہمارا معاشی نظام درست ہو اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے اندر اسراف نہ ہو اور ہمارے اندر تبذیر نہ ہو۔

ان دو امور سے اپنے معاشی نظام کو بچائیں تب ہمارا معاشی نظام کامیاب ترین ہوگا اور یہ دونوں باتیں ہمارے اندر پیدا ہوں گی ہمارے مزاج میں سادگی آئے گی اور ہمارے اندر قناعت آئے گی اور مزاج میں سادگی اور قناعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے دین سے تعلق پیدا کرنے میں ہوتی ہیں وہ ٹی وی اور کرکٹ سے نہیں پیدا ہوتیں وہ لغویات سے پیدا نہیں ہوتیں۔ وہ تو اللہ کے دین سے اللہ کے قرآن سے پیدا ہوتی ہیں ہمارے مزاج میں سادگی آئے گی، ہمارے اندر قناعت پیدا ہوگی اور ہم ایک کامیاب زندگی گزاریں گے، ایک عزت والی زندگی گزاریں گے اور ایک وقار والی زندگی گزاریں گے۔ اور اگر قناعت پیدا نہ کی تو آج ہم ادھر بھاگ رہے ہیں کل اُدھر بھاگ رہے ہوں گے آج اس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں کل کسی اور کے پیچھے بھاگیں گے۔

نزولِ قرآن کا مقصد:

یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اس لیے بھیجا ہے کہ اے مسلمان اس قرآن کریم کو تھام لے اور اس کو پڑھ اور اس کو سمجھ اور اس پر عمل کر۔ اس موجودگی میں ہمیں کسی کے پیچھے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔ نہ ہمیں مغرب والوں کی طرف بھاگنے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے دین سے اور اللہ کے قرآن سے ہمارا تعلّق ہوگا، ہمارا مزاج سادہ ہوتا جائے گا، قناعت آتی جائے گی، ہم دنیا میں بھی ایک کامیاب انسان ہوں گے اور ہماری آخرت بھی کامیاب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مسلمان تاجر

مسلمان تاجر

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم o بسم الله
الرحمن الرحيم o لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ o اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ
الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ o فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ o الَّذِیْ
اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ o وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ o
عن ابى سعيد عن النبى صلى الله عليه وسلم قال
التاجر الصدوق الامين مع النبين والصديقين
والشهدا او كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

میرے محترم دوستو اور بزرگو!

میں نے آپ حضرات کے سامنے تیسویں پارے کی سورۂ قریش تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے مفہوم و معانی صحیح طور پر سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

سورت کا ترجمہ

قریش کو مانوس کرنے کے لئے اور قریش کو سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے لئے۔انہیں چاہیے کہ وہ عبادت کریں کہ اس گھر کے

رب کی۔ جس رب نے انہیں کھلایا بھوک سے اور جس رب نے انہیں خوف سے امن دیا۔

حدیث کا ترجمہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء

تاجر جو سچ بولنے والا ہو اور امانت دار ہو وہ انبیائے کرام اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ اور اس کے علاوہ دیگر کئی احادیث ہیں اور اس طرح سورۂ قریش اور قرآن کریم کی دیگر متعدد آیات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ دین، دراصل دنیا اور آخرت دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ دین میں صرف اُخروی اور آخرت کے معاملات اور عبادات نہیں بتائے جاتے بلکہ اس دین میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں باعزت، باوقار اور صحیح کامیاب زندگی گزارنے کے طریقہ بھی بتائے جاتے ہیں۔

چنانچہ بعض دین کی طرف زیادہ رغبت رکھتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہم دین کا کوئی کام نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ نے دین کو دنیا اور آخرت کا مجموعہ بنایا ہے اور چونکہ اس دین میں جہاں قبر کا آخرت کا اور جہنم کا تذکرہ ہے ایمانیات اور اعمال صالحہ کا تذکرہ ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی تذکرہ کیا ہے دنیا کے احوال ومعاملات کا بھی، تذکرہ فرمایا ہے۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آخرت کی تیاری کرنی ہے اس کا مقصد یہ نہیں ہوگا کہ انسان دنیا کو کلی طور پر ترک کردے۔ چنانچہ یہ جو سورت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے عرب کی ایک قوم قریش

کا ذکر فرمایا ہے۔ قریش یہ عربوں کی وہ قوم ہے کہ جن کی ایک شاخ بنی ہاشم ہے اور نبی کریم ﷺ اسی قبیلے میں سے ہیں، عرب کے تمام قبائل میں سب سے زیادہ عزت، مقام اور مرتبہ قبیلہ قریش کا تھا اور اسی لیے قرآن کریم میں ان کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ لایلف قریش قریش پر اللہ تعالیٰ کا احسان وانعام تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں کھانا مہیا کیا اور انہیں امن دیا۔ دنیا گزارنے کے لیے ان کو رزق دیا اور اس رزق کو صحیح طریقہ پر استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان امن میں ہو۔ فرمایا کہ یہ دو نعمتیں عطا کیں تو اب انہیں چاہئے کہ وہ عبادت کریں رب کی۔ فلیعبدوا رب هذاالبيت○ یعنی گویا اس پوری سورت میں اللہ تعالیٰ نے معاشیات کا ذکر کیا ہے دنیا میں رہ کر انسان کا رزق کمانا، اپنے رزق کے لیے کوشش اور محنت کرنا یہی تو معاشیات ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قریش سفر کرتے تھے کہ ایک سفر ان کا سردی میں ہوتا تھا اور ایک سفر ان کا گرمی میں ہوتا تھا۔ قریش سردی کے زمانہ میں یمن جایا کرتے تھے اس لیے کہ یمن گرم ملک ہے اور گرمی کے موسم میں وہ ملک شام جایا کرتے تھے اس لیے کہ وہ ٹھنڈا ملک ہے۔

یہ دونوں سفر ان کے تجارتی سفر ہوا کرتے تھے۔ تجارت کے لیے سفر کرتے تھے تو گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بات ذکر کی کہ یہ تجارت وکاروبار جیسے ذرائع سے انسان کی معاشیات ترقی کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

اطعمهم من جوع وامنهم من خوف○

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت میں برکت دی اور رزق کی فراخی عطا کی لیکن ان دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک حکم بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فلیعبدوا رب هذا البيت اس گھر کے رب کی عبادت کرو یعنی اللہ تعالیٰ کو بھولو مت۔

انسان کی ایک فطرت ہے ایک مزاج ہے کہ جب یہ ایک چیز میں کامیاب ہو جاتا ہے یہ کہتا ہے ”میں ہوں“ تو اللہ تعالیٰ اس لیے ان دونوں کے درمیان اپنی ذات کو ذکر

کیا کہ ''میں'' نہیں آنی چاہیے یہ ''میں'' خطرناک ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قارون سے مکالمہ:

اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ. (سورۂ قصص:۷۷)

اللہ کے بندے مخلوق خدا سے اچھا سلوک کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ اچھا برتاؤ کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال میں فراخی کی ہے اور تم پر فضل کیا ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو۔

قارون کا جواب:

قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا:

قَالَ اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ.

یہ تو میں نے اپنی قابلیت کی بنا پر مال جمع کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ قارون معاشیات اور کاروبار کا بڑا ماہر تھا، حساب کتاب میں بڑا ماہر تھا چنانچہ اسی وجہ سے اس نے کہا کہ یہ میرے علم کے باعث ہے جو میرے پاس ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی بات ناپسند آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ فَمَا کَانَ لَہٗ مِنْ فِئَۃٍ یَّنْصُرُوْنَہٗ.

ہم نے اس کو اس کے خزانوں اور دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ پھر کوئی اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکا۔

تو تجارت کے ذریعہ سے مال آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ محنت کرو۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ.

نماز ادا کرو پھر اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو حلال رزق تلاش کرو۔ محنت کرو، کوشش کرو۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ آپ نماز پڑھو اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ جاؤ۔ دنیا کا کوئی کاروبار نہ کرو اسلام رہبانیت اور دنیا سے کنارہ کشی کا

حکم نہیں دیتا ہے۔

ایک واقعہ:

حدیث میں آتا ہے ایک انصاری صحابی آئے اور آکر کہا کہ اے اللہ کے رسول میں ضرورت مند ہوں میری مدد کیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس گھر میں کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! اوڑھنے کے لیے ایک کمبل ہے اور پینے کے لیے ایک پیالہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ دونوں میرے پاس لے آؤ، وہ صحابی گئے کمبل بھی لایا اور پیالہ بھی لایا۔ کل کائنات کے سردار ﷺ نے فرمایا: یہ دو چیزیں مجھ سے کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا کہ میں ایک درہم میں خریدتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو درہم میں مجھ سے کون خریدے گا؟ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے کہا کہ میں خریدتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اس کے حوالہ کیں۔ وہ دو درہم وصول کئے اور ان انصاری صحابی کو دیئے اور فرمایا کہ ایک درہم سے اپنے گھر والوں کے کھانے کا انتظام کرو اور ایک درہم سے کلہاڑی خریدو اور میرے پاس آؤ۔

وہ انصاری صحابی گئے اور کلہاڑی خرید کر لائے، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس کلہاڑی کو ٹھوکا اور اس کو برابر کر کے انصاری صحابی کے حوالہ کیا اور ساتھ فرمایا

"لاارینك خمس عشر یوما"

پندرہ دن تک تم مجھے نظر نہیں آؤ، چلے جاؤ، جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹو اور فروخت کرو، پندرہ دن کے بعد مجھے بتانا کیا ہوا۔

چنانچہ وہ صحابی گئے لکڑیاں کاٹتے رہے اور فروخت کرتے رہے پندرہ دن کے بعد آئے اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول میں نے اپنے گھر میں بھی دیں، میں نے

اپنی ضروریات بھی خریدیں اور میرے پاس اتنے درہم بچ بھی گئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ تیرے لیے بہتر ہے اس سے کہ تو قیامت کے دن آتا اور تیرے چہرے پر داغ ہوتے گداگری، سوال اور بھیک مانگنے کے۔

پیغمبر ﷺ نے سوال سے گداگری سے منع فرمایا اور یہاں تک فرمایا کہ سوال کسی طاقتور کے لیے جائز نہیں ہے۔ یعنی کوئی جوان آدمی مانگتا ہے علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اس کو مت دو۔ اس لیے کہ یہ مانگنے والے کے ساتھ معاونت کی جارہی ہے۔ یہ تو بیوہ، یتیم بچوں اور غُربا کا حق ہے، بیماروں کا حق ہے اور کمزور لوگوں کا حق ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک شخص نے کہا کہ جہاد کے لیے جارہا ہوں میرے ساتھ کون تعاون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ہاتھ سے پکڑا اور اعلان کیا کہ کون ہے جسے ضرورت ہو زمین میں ملازم کی؟ میں اس کو دیتا ہوں۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے ضرورت ہے باغ میں ایک آدمی کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ لے جاؤ اور اس سے کام کراؤ اور اس کو کہا کہ جاؤ اس کے ساتھ کام کرو۔ وہ آدمی کام کرتا رہا کچھ دن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ اس شخص کا کیا ہوا اور وہ کہاں ہے؟ تو فرمایا امیر المومنین اس نے تو بڑے پیسے جمع کر لیے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو بلاؤ، چنانچہ وہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے پیسے لے لیے تو اب جاؤ جہاد کرو اپنے پیسوں پر، لیکن آج اسلام کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ ہر شخص اسلام کو اپنی طرف سے مٹاتا ہے اور خود نہیں مٹتا اور اسلام کی طرف نہیں جاتا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو بیدارگی سکھائی ہے ان کو دین اور دنیا کے تمام معاملات سکھائے ہیں کہ یہ مسلمان جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے عبادت کرنے والا ہو

راتوں کو اللہ کے سامنے اٹھنے والا ہو ایسا شخص بہترین تاجر بھی ہے، بہترین کاروباری بھی ہے، بہترین ملازم بھی ہے۔ یہ ساری چیزیں نبی کریم ﷺ نے سکھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ. (سورۂ قصص:۲۶)

بہترین مزدور وہ ہے جو طاقت ور ہو اور امانتدار ہو۔

قرآن کریم بتاتا ہے کہ ایسا آدمی رکھو کہ جو طاقت ور بھی ہو اور امانتدار بھی ہو امانت سب سے بڑی چیز ہے جو امانت دار ہوگا اور وہ کام بھی اچھا کرے گا۔ پھر وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ مالک دیکھ رہا ہے یا نہیں بلکہ اس کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جو تمام دنیا کا مالک ہے وہ دیکھ رہا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ:

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اِجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ. (سورۂ یوسف:۵۵)

مصر کا خزانہ میرے حوالہ کردو (یعنی مجھے وزیر خزانہ بنادو۔) میں حفاظت کرنے والا ہوں اور حساب کتاب کا علم جاننے والا ہوں۔

یہاں بتادیا کہ وزیر خزانہ کے لیے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) وہ اس خزانہ کی حفاظت کو جانتا ہو کوئی اس کے ساتھ دھوکہ نہ کرے مالیات کا شعبہ گھر میں ہو ملک میں ہو، دکان میں ہوگا، کارخانہ میں ہو، مالیات کا شعبہ اس شخص کے حوالے کیا جائے گا جو کہ اس کی حفاظت کرنے والا ہو۔

(۲) وہ اس چیز کو بھی جانتا ہو کہ کتنا خرچ کرنا ہے نہ وہ کم خرچ کرے اور نہ زیادہ خرچ کرے، حساب کتاب کو خوب جانتا ہو۔

قرآن کریم ہمیں یہ بات بتاتا ہے کہ دین صرف نماز، روزہ، حج کا نام نہیں ہے

اگر آپ دکان دار ہیں تو وہ بھی دین ہے ہم نماز میں فرائض اور واجبات کا خیال رکھتے ہیں ان کو نہیں چھوڑنا ورنہ نماز نہیں ہوگی لیکن دوکان میں جا کر ہمیں پتہ نہیں ہے کہ دوکان کے کیا شرعی اصول وضوابط ہوتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان عالی شان:

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب کوئی شخص آتا کہ میں بازار میں دوکان کھولنا چاہتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ بیع وشراء، کاروبار کے مسائل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ میں ہدایات آپ کو معلوم ہیں؟ اگر وہ کہتا کہ میں جانتا ہوں اور میں ان مسائل سے واقف ہوں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ٹھیک ہے جاؤ، دوکان کھول دو اور اگر وہ کہتا ہے کہ میں ان مسائل سے واقف نہیں ہوں تو کہتے جاؤ پہلے مسائل معلوم کر کے آؤ ان سیکھ کر آؤ، ورنہ تمہیں دوکان کھولنے کی اجازت نہیں۔

نماز پڑھنے سے پہلے نماز کے مسائل سیکھے جاتے ہیں۔ زکوٰۃ دینے سے پہلے زکوٰۃ کے مسائل سیکھے جاتے ہیں۔ حج پر جانے والا پہلے حج کے بارے میں مسائل سیکھتا ہے۔ دوکان کھولنے سے پہلے دوکان کے مسائل اور کارخانہ کھولنے سے پہلے اس کے مسائل سیکھنے چاہئیں، صرف یہ نہیں کہ مال آنا چاہئے جہاں سے بھی آئے اور جس طرح بھی آئے حلال اور حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے۔

قیامت کے دن چار سوال:

جامع ترمذی کی روایت ہے کہ قیامت کے دن جب تمام اول اور آخر کو جمع کیا جائے گا تو کسی بندے کے پاؤں اپنی جگہ سے ہل نہیں سکیں گے۔ یہاں تک کہ ان سے ان چار سوالوں کے بارے میں نہ پوچھا جائے۔

(۱) عمر کے بارے میں کہ عمر کہاں گزاری؟ جوانی کہاں گزاری۔

(۲) مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا تھا اور خرچ کہاں کیا تھا؟

چنانچہ دنیا میں مال کمانے کے دو طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ: ایک طریقہ یہ ہے جس کے مطابق مال کمانے کے کوئی ضوابط اور طریقہ کار نہیں ہے۔ مال آنا چاہئے دھوکہ سے آئے۔ سود سے آئے۔ حلال سے آئے۔ حرام سے آئے۔ صحیح یا غلط آئے، آنا چاہئے۔ مال جمع کرتے رہو اور پھر اس مال کو خرچ کرنے کا کوئی اصول نہیں ہے۔ جہاں چاہو خرچ کرو، اس لیے کہ اپنی مرضی سے کمایا ہے۔

دوسرا طریقہ: وہ ہے جس میں مال کمانے والا مال کمانے میں بھی اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔ حرام مال کو وہ نہیں لیتا ناجائز مال کو وہ نہیں لیتا اور غلط کاموں کو بھی نہیں لیتا، حلال مال سے کماتا ہے اس نیت سے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تاکہ میں اور میرے اہل وعیال کسی کے محتاج نہ ہوں میں زندگی صحیح گزاروں اور میں اس مال سے صدقات اور خیرات کرتا رہوں اور جب وہ خرچ کرتا ہے تو خرچ کرنے میں بھی وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند سمجھتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے علاوہ فطرت انسانی کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی یہ کہتا ہے کہ مال کمانے کے کچھ قواعد وضوابط ہیں۔ چنانچہ دنیا کا کوئی بھی مذہب ہو، مسلمان ہو یا کافر۔ لیکن ڈاکہ مارنا کسی کے ہاں جائز نہیں۔ چوری کرنا، ڈاکہ مارنا، یہ مسلمان اور کافر دونوں کے ہاں اس لیے منع ہے کہ یہ ذریعہ آمدن غلط ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سوال ہوگا کہ اے بندے مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ہے۔ قیامت کے دن جب تک اس سوال کا جواب نہیں دے گا تو اس وقت تک اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا۔

ایک عالم کا قول:

ایک عالم نے بڑی بہترین بات کہی، فرماتے ہیں کہ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْ. (سورۂ رحمٰن ۳۳)

عام مفسّرین اور ترجمہ کرنے والے تو یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اے انسان اور جنات اگر تمہیں قدرت ہو اور تم زمین و آسمان سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں میری بادشاہت تم سب پر غالب ہے۔ نفوذ کے معنیٰ آتے ہیں اندر داخل ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسانوں اور جنات اگر تم قدرت رکھتے ہو کہ تم آسمانوں اور زمین کے کناروں کے اندر گھس جاؤ پھر تم دیکھو کہ تم پر کائنات کیسے کھلتی ہے۔ ہم مسلمان تو ایئر کنڈیشنڈ میں رہنے والے ہیں، انہوں نے بنا کر دیا اور ہم سو رہے ہیں۔ اب وہ آئے ہماری زمین خلیج عرب میں اس زمین میں وہ گھس گئے تو اندر سے ان کو ملا پٹرول۔ جب ہمیں نظر آیا تو ہم نے ان کو کہا کہ نکلو تو انہوں نے کہا کہ اب ہم نہیں نکلیں گے۔ یہ حکم تھا دراصل مسلمان کو کہ اے مسلمان گھس اس زمین میں اس فضا میں اس کائنات میں۔ اپنی محنت اپنی کوشش لگاؤ اور خرچ کرو اپنی طاقت، اپنی قابلیت کو استعمال کرو، اس لیے کہ ابن آدم انسان کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. (سورۂ بقرہ: ۳۵)

یہ زمین میں خدا کا نائب ہے خدا کا جانشین ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب بنایا وہ انسان کتنے کمالات والا ہو وہ کتنا باکمال ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان زمین میں میرا خلیفہ ہے انسان کمالات کا مجموعہ ہے۔ بشرطیکہ یہ اپنے کمالات کو استعمال کریں۔

آج ہمارے کمالات گانے میں، ناچنے میں، کلب میں اور خرافات میں استعمال ہورہے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فــانــفــذو گھس جاؤ آسمانوں اور زمین کے ان خزانوں میں پھر دیکھو خدا تم پر اپنی کائنات کو کیسے کھولتا ہے۔ ہم تو سو گئے ہیں اور وہ گھس گئے جب وہ گھر میں گھس گئے تو ہم نے کہا کہ اب تم نکلو یہ پٹرول ہمارا ہے انہوں نے کہا کہ اب ہم نکلنے والے نہیں ہیں۔

انہوں نے دیکھ لیا کہ ادھر کیا ہے۔ زمین میں پیٹرول ہے زمین میں گیس ہے۔ زمین میں معدنیات ہیں جو قیمتی سے قیمتی ہیں آج ان کو باہر نکلنے کا طریقہ بھی ہمیں نہیں آتا ہے۔ ہمارے تیل کے کنویں میں آگ لگ جاتی ہے تو بچانے کے لیے ان کو بلاتے ہیں ہم اتنے ناکارہ ہوگئے ہیں۔

شریعت نے یہ نہیں کہا کہ صرف نماز اور روزے رکھتے رہو۔ بلکہ یہ دنیا کا سارا علم حاصل کرو وہ دین کا علم وہ دنیا کا علم وہ معاشیات کا علم وہ کائنات کے ذرے ذرے کا علم سب کو حاصل کرو اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتادیئے۔

فلاں چیز کا نام یہ ہے اور فلاں کا نام یہ ہے لیکن آج ہم ان علوم سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ دین صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مکمل دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ربا کا شرعی حکم

ربا کا شرعی حکم

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ
اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ٥ بسم اللہ
الرحمن الرحیم ٥ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ
اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا
سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ
هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (سورۂ بقرۃ)

عن جابر رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ
وقال ھم سوآء (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۴۴)

محترم دوستو اور بزرگو!

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ اور ۲۷۶ دو آیتیں اور صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث، جو کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں، پڑھی۔ ان آیات مبارکہ میں اور اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی حرمت کو بیان فرمایا

ہے۔

ہماری اردو زبان میں اس کو سود کہتے ہیں اور قرآن وحدیث کی عربی زبان میں اس کو ربا کہتے ہیں جبکہ اہل مغرب اس کو انٹرسٹ کہتے ہیں۔ اب خواہ اس کو سود کہا جائے یا ربا یا انٹرسٹ، معنی سب کا ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں مختلف آیات سود کے بارے میں موجود ہیں۔

چنانچہ معارف القرآن میں حضرت مولانا مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی تقریباً دس آیات میں مختلف مقامات پر ربا کا مسئلہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے، اسی طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ربا کی مذمت کو بیان کیا ہے۔

اسی وجہ سے مشہور محدث علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے عمدۃ القاری، اس میں وہ فرماتے ہیں کہ تمام علمائے امت کا ربا کی حرمت پر اتفاق ہے اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اختلاف کرنے والا یا اس کی حرمت کو حلت سے بدلنے والا اپنے ایمان کی فکر کرے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اس ربا کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو'' اگر تمہارے اندر ایمان ہے اور تم اللہ رب العزت کو اپنا رب مانتے ہو، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تسلیم کرتے ہو اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق جانتے ہو تو پھر سود کو حرام مان لو۔

سود کی تعریف:

سود کس کو کہتے ہیں؟ مفسّرین لکھتے ہیں کہ ۸ھ ہجری میں جب سورۂ بقرہ کی یہ آیات نازل ہوئیں اور اللہ رب العزت نے اعلان فرمایا:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

اللہ رب العزت نے کاروبار حلال کیا ہے اور ربا حرام کیا ہے۔

جب آٹھ ہجری میں یہ حکم آیا تو کہیں کسی روایت میں یہ بات مذکور نہیں ہے کہ کسی

نے بھی آ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول یہ ربا کیا چیز ہے؟ کسی روایت میں یہ بات مذکور نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ربا کو وہ جانتے تھے کہ ربا کیا چیز ہے۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے جب فرمایا کہ زنا کے قریب مت جاؤ، تو کسی نے بھی آ کر یہ نہیں پوچھا کہ زنا کیا چیز ہے؟ انہیں پتہ تھا کہ زنا کسے کہتے ہیں۔ اس طرح ربا ان کو معلوم تھا لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت مذکور ہے کہ ربا کسے کہتے ہیں

کل قرض جر نفعا فھو ربوا

ہر وہ قرض جو اپنے ساتھ نفع کو لاتا ہے یہ سود کہلاتا ہے۔

گویا سود اس کو کہتے ہیں کہ آپ کسی شخص کو ایک رقم دیتے ہیں کہ جی میں ایک سو روپے آپ کو قرض دے رہا ہوں مگر ایک مہینے کے بعد آپ نے ایک سو پانچ روپے دینے ہیں۔ یہ سود کہلاتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے۔

آج ہماری حالت یہ ہوگئی اور ہم غیروں سے اتنے متاثر ہیں کہ بجائے اس کے کہ ہم گناہ کو گناہ سمجھیں کہ یہ میری غلطی ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے، ہم کہتے ہیں نہیں، بات یہ نہیں ہے، مولوی صاحب بات سمجھتے نہیں ہیں، آج کی جدید دنیا ہے، آج کے سود میں اور اس زمانے کے سود میں فرق ہے۔

تجارتی سود اور ظالمانہ سود:

آج تو کہتے ہیں کہ جی تجارتی سود ہے، تجارتی سود اور تجارتی قرض، اس زمانے میں کیا ہوتا تھا، پیغمبر علیہ السلام کے زمانے میں غربت تھی کوئی آدمی بیمار ہو گیا اس کے پاس علاج کے پیسے نہیں ہیں وہ کسی کے پاس گیا کہ جی مجھے قرض دیدو تو وہ کہتا ہے کہ

میں آپ کو رقم دوں گا مگر میں پھر اتنے لوں گا۔ یہ اس زمانے میں ظلم تھا اور یقیناً ظلم تھا۔

ایک شخص کے گھر میں کوئی فوت ہوگیا، اس کے پاس دفنانے اور کفن کے لیے انتظام نہیں ہے، رقم نہیں ہے وہ کسی کے پاس جاتا اور کہتا کہ میرے والد کا انتقال ہوا ہے کفن دفن کرنا ہے مجھے رقم چاہئے۔ اگلا کہتا ہے کہ ہاں رقم تو آپ کو دوں گا لیکن اس پر میں اتنا انٹرسٹ لوں گا، لہٰذا وہ ربا تھا اور سود تھا جو غریب آدمی پر ظلم کر کے لیا جاتا تھا اور وہ حرام تھا۔

اور آج کیا ہوتا ہے ایک آدمی بینک جاتا ہے نہ وہ غریب ہے اور نہ وہ قرض دار ہے، نہ وہ مجبور ہے وہ جا کر کہتا ہے کہ مجھ کو دس لاکھ روپیہ کاروبار کے لیے چاہئے بینک والے کہتے ہیں ٹھیک ہے بھائی! آپ دس لاکھ روپیہ لے لو اور کاروبار کرو اور آپ اس میں سے جتنا کماؤ گے اس میں سے دس فیصد ہمیں دے دو۔ تو مولوی صاحب اس میں کیا حرام ہے دس لاکھ جو اس نے بینک سے لیے کوئی مجبور نہیں ہے اور کوئی قرض والا نہیں ہے کوئی زبردستی نہیں ہے، وہ اس سے کاروبار کرے گا۔ لہٰذا وہ اگر اس میں سے دس فیصد بینک میں جمع کرا دیتا ہے تو یہ ربا نہیں ہے اس کو دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ دلیل غلط ہے۔

شریعت کا اصول یاد رکھیں جب شریعت کسی چیز کو حرام قرار دیتی ہے تو حرمت کا حکم اس کی ذات اور اس کی حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

تو یہ کیسا مسئلہ ہے بھائی کہ مزدور کے لیے حرام ہو جائے اور کارخانے والے کے لیے حلال ہو جائے۔ شریعت کے احکام دورُخی نہیں اختیار کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم امیر، غریب کے لیے ایک ہوتا ہے۔

لہٰذا اللہ رب العزت جب کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں تو حرمت کا حکم اس شے پر لگاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا تو شراب کیا چیز

ہے؟

کل مسکر فھو حرام

ہر وہ چیز جو انسان میں نشہ پیدا کرتی ہے وہ حرام ہے۔

اب کوئی کہے کہ قرآن اور پیغمبر علیہ السلام نے جس شراب کو حرام قرار دیا ہے وہ شراب گندے برتنوں میں تیار کی جاتی تھی۔ پرانا زمانہ تھا اس زمانے میں عمدہ قسم کے فلٹر تو نہیں تھے۔ ہم کیا کہیں گے کہ ناموں سے آپ جو بھی نام رکھیں آپ اس کی کوئی بھی ترتیب رکھیں، قرآن کریم حرمت کا حکم شئے کی حقیقت کے اعتبار سے لگاتا ہے کہ جو چیز نشہ پیدا کرتی ہے وہ حرام ہے۔

اب خواہ وہ کہے کہ جی آج کل بننے والی شراب تو بڑی مشینوں پر بنتی ہے بڑی اعلیٰ بڑی شان دار قسم کی ہے۔ تو کیا وہ حلال ہو جائے گی؟ آج تو کہنے والے خنزیر کو بھی حلال قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس کے لیے دلیل یہ ہے کہ قرآن نے خنزیر کو حرام اس لیے کیا تھا کہ وہ گندے ماحول میں تھا، گندی چیزیں کھاتا تھا۔ آج تو ہم نے اس کے لیے بڑے بہترین فارم بنائے ہیں، بڑے صاف ستھرے انتظام کئے ہیں اور آج کا خنزیر بڑے پاک صاف ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں رہتا ہے وہ والا خنزیر نہیں ہے لہٰذا یہ بھی حلال ہے اس کو بھی کھاؤ۔

شریعت جب کسی چیز کے حرام ہونے کا حکم لگاتی ہے تو اس کی حقیقت کے اعتبار سے۔ چاہے بنانے والا اس کو اپنے ہاتھ سے بنائے یا مشین سے بنائے، بنانے والا اس کا نام خمر رکھے یا کچھ اور خنزیر کی ران پر بکری کی ران لکھ دیں تو وہ حلال نہیں ہوگی کہ جی اس پر لکھا ہوا ہے بکرا۔ شریعت حکم حقیقت پر لگاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں اور رسول اللہ ﷺ نے حدیث مبارک میں ربا کو حرام قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًوا

ہر وہ قرض جو اپنے ساتھ نفع کو لائے گا ایسا قرض سود ہوگا، وہ انٹرسٹ ہوگا، وہ حرام ہوگا اور گناہوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا گناہ ہے، بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے کا سود تو ایک آدمی سے متعلق ہوتا تھا، ایک سود لینے والا ہوتا تھا اور ایک سود دینے والا ہوتا تھا۔ آج تو مملکت سود دینے والی ہے کمپنی سود لینے والی ہے اُس زمانے میں ایک آدمی سود دینے والا اور ایک آدمی سود لینے والے گناہ گار ہوتے تھے۔

آج تو مملکت سود دے رہی ہے اور کمپنیاں سود لے رہی ہیں، ورلڈ بینک پوری دنیا کو سود دے رہا ہے، قوموں کی قومیں اور ممالک کے ممالک سود کے اندر آ رہے ہیں۔ یہ تو اُس سود سے بڑا گناہ ہے یہ تو اس سے بڑا جرم ہے۔ کیوں کہا جاتا تھا کہ پاکستان کا بچہ بچہ اتنے پیسوں کا قرض دار ہے کیوں قرض دار ہے ہم نے کس سے قرض لیا ہے میں نے اور آپ نے تو ورلڈ بینک سے نہیں لیے ہیں تو پھر کس نے لیے ہیں یہ ہمارے ملک نے لیے ہیں فلاں ملک اتنا قرض دار ہے۔ فلاں ملک کا بچہ بچہ قرض میں ڈوبا ہوا ہے۔ آج کا سود اُس زمانے کے سود سے بدر جہا بڑا گناہ کبیرہ ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سود پر چار وعیدیں فرمائی ہیں۔

پہلی وعید:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

فرمایا کہ جو سودی کاروبار کرتے ہیں یا سودی معاملات کرتے ہیں تو یہ قیامت کے دن جب اٹھیں گے تو ان کا حال ایسا ہوگا جیسے کسی پر جن چمٹ گیا ہو اور وہ بدحواس ہوا ہو، اسی طرح یہ بھی بدحواس ہوگا اس کے ہوش وحواس اڑے ہوئے ہوں گے جیسے آج ان کے ہوش وحواس مال کے نشے میں اڑے ہوئے ہیں اسی طرح قیامت کے دن بھی اڑے ہوئے ہوں گے۔

دوسری وعید:

وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سود کی حرمت کے اعلان کے بعد بھی اگر کسی شخص نے سودی کاروبار نہیں چھوڑا تو اس کو بتادو کہ یہ جہنمی ہے اور ہمیشہ کے لیے ہم ان کو جہنم میں ڈال دیں گے۔

یہ سورۂ بقرہ کی آیت: ۲۷۵ ہے گھر میں جا کر دیکھ لیجیے گا شاید کسی کو یہ گمان ہو کہ مولوی صاحب نے اپنی طرف سے عربی بنادی ہے۔

تیسری وعید:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ

اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے جو سودی کاروبار کریں گے اور جو سودی معاملات کریں گے ان کا معاملہ گھٹتا چلا جائے گا، ان کا کاروبار بیٹھتا چلا جائے گا، ان کا نظام ناکام ہوتا چلا جائے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو جاگیر جانا ہے، یہ اپنی عقل کو زیادہ سمجھ دار سمجھتے ہیں اللہ کے حکم کے مقابلے میں، ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے حکم کی کوئی حیثیت نہیں۔

مسلمان تو وہ ہے، مومن تو وہ ہے جو تمام انسانیت کے لیے مقتدا ہے مسلمان تو وہ ہے جو ساری انسانیت کے لیے رہنما کی حیثیت رکھتا ہو۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسلمان خود سود کھائے اور اس کو حلال کرنے میں لگ جائے۔ اللہ نے کہا کہ میں اس کو گھٹادوں گا۔

چوتھی وعید:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اگر تم باز نہیں آتے ہو اے مسلمانو! تمہیں اعلان جنگ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یہ اتنی سخت وعید ہے کہ اتنی سخت وعید نہ زنا پر ہے، نہ چوری پر ہے، نہ ڈاکہ زنی پر ہے۔ کسی پر نہیں ہے۔ کسی جرم پر اتنی سخت سزا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی جتنی سخت سزا اللہ تعالیٰ نے سودی کاروبار کرنے والوں کو سنائی ہے۔ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے نہیں لڑ سکتے لہٰذا ہم نے سود چھوڑ دیا۔

اور آج کہتے ہیں کہ نہیں جی یہ وہ سود نہیں ہے وہ تو غربت والا سود تھا۔ وہ مجبوری والا سود تھا یہ تو کاروباری سود ہے یہ تو تجارتی سود ہے یہ تو حلال ہے قرآن کی آیت صحیح نہیں پڑھ سکیں گے اور تفسیر کریں گے اپنی من مانی سے۔

آج عجیب معاملہ ہے مسلمانوں کا وہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب فرعون اور اس کی قوم سے سونا لیا تھا تو انہوں نے کہا کہ فرعون اور اس کی قوم تو ہلاک ہوگئی۔ یہ سونا تو ان کا تھا ہم نے امانت کے طور پر لیا تھا تو ہمارے لیے اس کا استعمال کرنا ناجائز ہے حرام ہے۔ اس سونے کو ہم استعمال نہیں کریں گے، اس سونے کو جمع کیا سامری کے پاس اور پھر سامری نے اس سے بنایا بچھڑا اور پھر اس کی عبادت کرنے لگے مفسرین نے کہا کہ یہ انسان کی عقل بھی بڑی عجیب ہے ایک طرف تو سونے کو استعمال نہیں کر رہے تھے کہ حرام ہے اور دوسری طرف جب بچھڑا بن گیا تو شرک پر آمادہ ہوگئے آج کسی کو مسئلہ بتاؤ تو کہتے ہیں کہ قرآن سے بتاؤ اور جب قرآن سے بتاتے ہیں تو کہتے ہیں یہ مطلب نہیں ہے یہ مطلب ہے۔

وہ ایک زمانے میں ربا پر مسئلہ چلا تو بیٹھ گئے سارے اور اس زمانے کے سب سے بڑے مفتی سے کہا کہ حضرت اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے آپ ہمیں یہ بتائیے کہ اجتہاد کے شرائط کیا ہیں ہم اس ربا کے متعلق کچھ اجتہاد کرنا چاہتے ہیں اس زمانے کے مفتی صاحب نے کہا کہ اجتہاد کی تو ایک ہی شرط ہے۔ کہا: کیا شرط ہے؟ فرمایا کہ ناظرہ

قرآن پاک جن کوصحیح پڑھنا آتا ہو، سب نے سر جھکالیا، ناظرہ قرآن پاک ان لوگوں کو پڑھنانہیں آتا آپ ان سے کہوکلمہ سنائیں ترجمہ کے ساتھ، نماز کے فرائض بتائیں کیا ہیں؟ جنازہ کی دعاسنائیں۔

ناظرہ قرآن نہیں پڑھ سکتے اور مفسّر قرآن بنے ہوئے ہیں کہ جی اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے، کبھی اللہ کے گھر آئے بھی ہو، کبھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن کی تشریح سردار انبیاء علیہ السلام نے خود فرمائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معنی خود متعین کیے ہیں۔

میں نے آپ کے سامنے ایک حدیث پڑھی تھی صحیح مسلم کی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ

اللہ کے رسول نے لعنت فرمائی ہے سودی کاروبار کرنے والے پر، سودی معاملہ میں رقم دینے والے پر، و کاتبہ اور سودی معاملہ لکھنے والے پر و شاھدیہ اور سود میں گواہی دینے والے پر، اور پھر فرمایا وھم سوآء یہ سب گناہ میں برابر شریک ہیں۔

لہٰذا میرے محترم دوستو! یہ جولوگ سود کوحلال کرنے کے چکر میں ہیں ان نادان مسلمانوں کو یہ پیغام پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچادیں، ان کوسمجھائیں کہ خدا کے لیے اللہ اور رسول سے مت لڑیں۔ اپنی تباہی اور اپنی بربادی کو دعوت مت دیں ایسی تباہی اور ایسی بربادی آئے گی کہ اس کوکوئی نہیں روک سکے گا۔ جب اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دے دیا تو پھر گویا ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اور قرآن کی کوئی حیثیت نہیں اور کہتے ہیں اپنے آپ کو کہ ہم مسلمان ہیں۔

ہائے افسوس! ہمارے ہاں حیثیت اہل مغرب کی ہے، ان کے نظام کی ہے، ان کے قوانین کی ہے کہ ہم ان کے ساتھ چل نہیں سکیں گے، آج ہم ان کے ساتھ چل رہے ہیں جیسے ایک ملازم اپنے آقا کے ساتھ چلتا ہے جیسے ایک چپڑاسی اپنے مالک کے ساتھ چل رہا ہوتا ہے، آج ہماری حیثیت ایک چپڑاسی سے بھی کم ہے اس لیے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کر دیا۔ اللہ کے رسول اور قرآن کا واضح اعلان ہے **احل اللہ البیع وحرم الربوا** اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرمایا کہ کاروبار حلال ہے اور سود حرام ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی سود کو حرام نہ جانے تو وہ اللہ اور رسول سے گویا لڑتا ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کی گردن مروڑ کر رکھ دیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سود سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سود کی نحوست

سود کی نحوست

الحمد لله و کفٰی وسلام علٰی عباده الذین اصطفٰی
اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله
الرحمٰن الرحیم یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا
بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا
فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ
اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ o
عن أبی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم الربوا سبعون جزءًا ایسرها ان ینکح
الرجل امه. (مشکوٰۃ: ص۲۴۶)

محترم دوستو اور بزرگو!

اہل مغرب نے دنیا پر اپنا تجارتی قبضہ جمایا ہوا ہے، جس کی وجہ سے دنیا کے تاجر اور صاحب اموال لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تجارت کا طریقہ وہی ہے جو اہل مغرب سکھائیں، کاروبار کا طریقہ وہی ہے جو اہل مغرب بتائیں، مال کے حصول کا ذریعہ وہی ہے جو آکسفورڈ اور کیمبرج سکھائے، چنانچہ اس کی وجہ سے ساری خرابیاں پیدا ہوئیں مسلمانوں کو ان کے دین کے حوالے سے بہت سارے معاملات میں ایسا

الجھادیا گیا کہ اب مسلمان بھی حرام کو حرام کہنے پر تیار نہیں۔ اور اہل مغرب کے کہنے پر حرام کو حلال کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔

ان حرام چیزوں میں سب سے بڑا جو حرام ہے وہ سود ہے جسے فقہاء کے اجتہاد نے حرام قرار نہیں دیا لوگ کہتے ہیں فقہاء کا اجتہاد ہے علماء کا اجتہاد ہے، یہ اجتہادی مسئلہ نہیں ہے۔ اس کو کہتے ہیں نص سے ثابت شدہ مسئلہ، قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور رسول کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ صراحتاً اور وضاحتاً اس کی حرمت کو بیان کرتی ہیں۔

ایک تو ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی آیت سے ہمیں کسی حکم سے متعلق اشارہ مل رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے اشارہ مل رہا ہے اور ایک درجہ یہ ہے کہ بالکل صراحت اور وضاحت کے ساتھ کوئی حکم مذکور ہو اس کو کہتے ہیں قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت۔

قطعی الثبوت جن کا ثبوت بھی پکا ہے۔

قطعی الدلالت اس کی دلالت اپنے معنی پر پکی اور بالکل واضح ہے۔ سود کی حرمت کا مسئلہ یہ قطعی ثبوت شدہ بھی ہے اور اس کا ثبوت بالکل پکا ہے، قرآن پاک کی آیات اور احادیث مبارکہ کے واضح ارشادات موجود ہیں۔ یہ قطعی الدلالت بھی ہیں کہ ربا کا مسئلہ واضح مسئلہ ہے۔

سودی معاملہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے چار عذاب سنائے ہیں لہٰذا سود کا معاملہ اور ربا کا معاملہ یہ اب کوئی چھپا ہوا معاملہ نہیں ہے۔

چنانچہ آج سے کئی برس قبل ۱۹۸۸ء میں جدہ میں ۴۵ اسلامی ممالک کے سرکردہ علماء کا اجتماع تھا جس میں دوسو کے قریب علماء جمع تھے اور وہاں پر علماء نے جو مختلف ممالک سے آئے تھے متفقہ طور پر یہ فتویٰ جاری کیا کہ اس وقت جو دنیا میں بینکوں کا

نظام قائم ہے انٹرسٹ کی بنیاد پر وہ جولوگوں کو مال دے رہے ہیں یہ سود ہے۔قرآن وحدیث کی اصطلاح میں ربا ہے، شرعاً یہ حرام ہے اور اس کی حرمت پر ذرہ برابر شک نہیں ہے اور یہ وہی ربا ہے جس کی حرمت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم قرآن پاک میں فرمایا ہے:

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

اور یہ وہی ربا ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو سودی معاملہ کرنے والے پر اور اس میں پیسہ لگانے والے پر اور اس کی گواہی دینے والے اور اس کو لکھنے والے پر۔ یہ انٹرسٹ وہی ربا ہے اس پر ہمارے صرف پاکستان نہیں بلکہ پورے عالم کے ۴۸ اسلامی ممالک کے علماء جمع ہوئے تھے انہوں نے یہ فتویٰ جاری کیا، لہٰذا اب اس کے حرام ہونے اور اس کے ناجائز ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔لہٰذا آج کے دور میں بینک جو کچھ انٹرسٹ کے نام پر دیتا ہے یہ خالصتاً سود اور ربا ہے۔

ایک دھوکہ:

اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی یہ جو بینک کا نظام قائم ہے اور جو تجارتی قرضہ ہے رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں تجارتی قرضے نہیں ہوا کرتے تھے یہ تو بعد کی پیداوار ہے۔رسول اللہ ﷺ کے دور میں ذاتی قرض ہوتا تھا۔

مثال کے طور پر اگر کوئی بیمار ہوگیا اب اس کے پاس علاج کے لیے پیسہ نہیں ہے یا کسی کے والد کا انتقال ہوگیا اس کے پاس کفن دفن کا انتظام نہیں ہے، کسی نے شادی کرنی ہے اس کے لیے رقم کا انتظام نہیں ہے، لہٰذا وہ غریب قبیلے کے سردار کے پاس جاتا اور وہ قبیلے کا سردار یا وہ مال دار یا وہ کاروباری اس غریب آدمی کو رقم دیتا تھا اور اس کی واپسی پر زیادتی کا مطالبہ کرتا تھا۔

یہ سود ہے، یہ حرام ہے، اس لیے کہ یہ انسانیت کے ساتھ ایک ظلم اور زیادتی ہے اور بقیہ جہاں تک کاروباری قرض ہے ایک آدمی بینک کے پاس جاتا ہے کہ مجھے ایک لاکھ قرض دو، اِسے کوئی مجبوری نہیں ہے وہ اس ایک لاکھ روپے سے پچاس ہزار روپے کماتا ہے تو اگر وہ اس میں سے چار ہزار روپے بینک کو دے دے تو کیا قباحت ہے؟ حالانکہ یہ بات غلط ہے رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں جس طرح ذاتی قرض ہوا کرتا تھا اسی طرح کاروباری قرض بھی ہوتا تھا جس طرح آج کمپنیاں موجود ہیں اُس زمانے میں بھی کمپنی تھی لیکن یہ آج کے دور کے اعتبار سے یہ طریقہ نہیں تھا چنانچہ پارہ ۳۰ کی سورۂ قریش ہے:

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ o اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِo

اس سورت میں اللہ رب العزت نے قریش کے دو اسفار کا ذکر کیا ہے رحلة الشتاء ایک سفر یہ سردی میں کرتے تھے اور دوسرا سفر گرمی میں کرتے تھے۔ یہ کون سا سفر تھا اور کہاں کا سفر تھا؟ آپ تفسیر کو اٹھائیں جس تفسیر کو آپ دیکھنا چاہیں ان تمام تفسیروں میں آپ کو یہ بات مل جائے گی کہ یہ مکہ والوں کے تجارتی سفر ہوا کرتے تھے۔

گرمی کے زمانے میں وہ ملک شام جایا کرتے تھے۔ اس لیے کہ شام ٹھنڈا تھا اور سردی کے زمانے میں یمن جایا کرتے تھے اس لیے کہ یمن گرم تھا اور اس زمانے کے اندر چونکہ عربوں کا نظام قبائل کا نظام ہے ان میں ہر قبیلہ اپنی جگہ ایک مقام رکھتا تھا، ہر قبیلہ کا ایک نظام ہوتا تھا چنانچہ ہر قبیلہ اپنی جگہ پر کمپنی کی حیثیت رکھتا تھا اور قبیلے کے جو تاجر ہوتے تھے وہ تمام قبیلے والوں سے رقم لیتے تھے اور اس کو جمع کر کے ایک قافلے کی شکل بنا کر اس میں اپنے ساتھ کام کرنے والے رکھتے تھے۔ حفاظت کرنے والے رکھتے تھے اور اسی طرح جاسوس رکھتے تھے تاکہ کوئی قافلہ پر حملہ نہ کر دے۔

چنانچہ غزوۂ بدر جو دو ہجری میں ہوا یہ بات تو تقریباً ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اس

غزوے کی ابتداء کیسے ہوئی؟ ابوسفیان تجارت کا ایک بہت بڑا قافلہ لے کر گیا تھا اور واپس آ رہا تھا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مکہ والوں کا ایک بہت بڑا قافلہ آ رہا ہے اور یہ وہ تجارتی قافلہ تھا کہ انہوں نے آپس میں معاہدہ کیا تھا کہ اس میں مکہ کا ہر آدمی حصہ ڈالے۔ اس لیے کہ تجارتی قافلے سے جو ہمیں فائدہ ہوگا وہ سارے کا سارا ہم مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں گے۔ چنانچہ اس میں سب مکہ والے شریک ہو گئے۔ اور یہ بہت بڑا تجارتی قافلہ بن گیا جو ابوسفیان کی کمان میں گیا تھا۔

اب رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ دیکھو یہ تجارتی قافلہ جا رہا ہے اور انہوں نے یہ مال ہمارے خلاف استعمال کرنا ہے، جیسے آج سمندری بیڑے، بڑے بڑے جہاز جن میں مال واسباب جاتا ہے تو وہ تجارتی قافلہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کو روکتے ہیں تاکہ مشرکین کی طاقت ٹوٹ جائے، اور وہ مالی اعتبار سے کمزور ہو جائیں اور پھر ہمیں پریشان نہ کریں، لیکن جیسے میں نے ابھی ذکر کیا کہ ان کا انتظام پورا ہوتا تھا۔ ادھر ابوسفیان کو پتہ چل گیا اس کے جاسوس نمائندوں نے فوراً اسے اطلاع کر دی کہ مسلمانوں کے ارادے آپ کے ساتھ صحیح نہیں۔ چنانچہ اس نے فوراً قافلہ کا راستہ بدل دیا اور اس کے ساتھ ساتھ ابوسفیان نے ایک بندہ فوراً مکہ روانہ کیا تاکہ مکہ والوں کو اطلاع ہو جائے کہ ہمارا تجارتی قافلہ خطرے میں ہے اور مکہ والے سب اس کے لیے نکل آئیں۔

چنانچہ جب مکہ میں اعلان ہوا تو ایک ہزار کا لشکر تیار ہوا اور بڑے زور شور اور آب وتاب کے ساتھ کہ یہ ہمارے تجارتی قافلے کو کچھ کہتے ہیں؟ آج تو ہم ان کو مٹا کر رکھ دیں گے اور ابوجہل اس لشکر جرار کو لے کر آیا۔ وہ تجارتی قافلہ تو نکل گیا اور ادھر مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہوئی جو غزوہ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ تو بنیاد کہاں سے چلی وہ تجارتی قافلہ تھا۔

آج کل مغرب کے پروردہ مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ جو سودی کاروبار ہے یہ تو کمپنیاں ہیں۔ یہ تو آج کل بڑے پیمانے پر ہیں اُس زمانے میں پیغمبر علیہ السلام تشریف لائے تھے تو بدوی، دیہاتی نظام تھا، وہاں کون سا کاروبار تھا وہاں کون سی تجارت تھی وہ لوگ تو بدو قسم کے لوگ تھے، انہیں تجارت کا کیا پتہ تھا لیکن اگر آپ تاریخ پر نظر ڈالیں، قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں اور واقعات کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ نہیں باقاعدہ تجارت تھی اور ہر قبیلہ اپنی جگہ کمپنی تھا اور ذاتی قرض کیساتھ ساتھ تجارتی قرض بھی تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کو دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی ہے ان کے پاس اس زمانے میں باقاعدہ ایسا انتظام تھا جیسے بینکوں کا ہے لوگ ان کے پاس امانتیں رکھواتے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے، نہیں یہ تجارتی رقم میرے پاس امانت نہیں بلکہ قرض ہے اور جب وقت پورا ہوگا تو میں تمام رقم لوٹا دوں گا چنانچہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو میں نے ان کے قرضوں کا حساب کیا، بائیس لاکھ دینار قرضہ تھا میرے والد پر، جو لوگوں سے تجارت کے لیے جمع کیا تھا لیکن وہ ساری چیزیں انہوں نے حساب میں رکھی تھیں۔

لہٰذا آج کل کے اہل باطل کا یہ کہنا ہے کہ ہم تو بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں بڑے سمجھدار بڑے ذہین ہیں، ہم تو بڑے بڑے ملکوں میں رہنے والے ہیں، بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے ہیں، بڑے بڑے دفاتر میں کام کرنے والے ہیں، یہ قرآن تو مکہ اور مدینہ کے پہاڑی لوگوں پر اترا تھا، انہیں دنیا کا کیا پتہ تھا، انہیں کاروبار کا کیا پتہ تھا، انہیں تجارت کا کیا پتہ تھا، اس کا مطلب ہے العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ کا یہ

قرآن صرف مکہ اور مدینہ میں نصف یا ایک صدی کے لیے اترا تھا۔

دوسرا دھوکہ:

دوسرا دھوکہ یہ دیتے ہیں کہ سود اس طرح حرام نہیں۔ اس میں شقیں ہیں جیسے کہ کوئی کہے کہ خنزیر حرام ہے اس میں شق ہے اس میں فلاں گوشت کا ٹکڑا حرام ہے۔ لیکن ران اس کی بڑی مزیدار ہے، کہتے ہیں سود حرام نہیں ہے اس میں شق ہے، کون سی شق ہے؟

سود مفرد سود مرکب:

ایک ہے سود مفرد ایک ہے سود مرکب۔ سود مرکب قرآن کریم نے حرام کیا ہے، سود مفرد کیا ہے؟ ایک آدمی نے سو روپے دیئے اور کہا کہ بھائی اب تم نے ایک مہینہ کے بعد مجھ کو ایک سو دس روپے واپس کرنے ہیں یہ نہیں حرام۔ حرام تو یہ ہے کہ ایک مہینے کے بعد ایک سو دس دینے ہیں اور دیکھو اگر آپ نے ایک مہینے کے بعد ایک سو دس نہ دیئے تو پھر ایک سو دس کے حساب سے دوبارہ دوسرا حساب شروع ہو جائے گا۔

تو یہ جو سو روپے کے ساتھ حساب لگا رہا ہے یہ تو صحیح ہے یہ حرام تو نہیں ہے اب ایک سو روپے کی چیز خرید کر ایک سو دس روپے میں فروخت کر دیں یہ حرام ہے؟ لہٰذا ایک سو روپے دیکر آپ ایک سو دس لے سکتے ہیں۔

لیکن ہاں! اگر آپ نے ایک سو دس سے حساب شروع کر دیا تو یہ سود مرکب ہے۔ یہ سود حرام ہے۔

بھائی یہ تفسیر آپ نے کہاں سے پڑھی ہے؟ کس نے نقل کی ہے؟ قرآن کریم نے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، ابتدا ہی اس سے فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سود چھوڑ دو اور آخر میں فرمایا کہ اگر تم مومن ہو۔

اگر اللہ تعالیٰ کا خوف ہے تو سود چھوڑنا پڑے گا۔ اور آخر آیت میں فرمایا کہ اگر ایمان ہے تو سود چھوڑنا پڑے گا، اگر تم ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہو اور خدا سے بھی دور ہو بیٹھے ہو کہ نہ ہمیں خدا سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ خدا پر ایمان رکھنے کی ضرورت ہے تو ٹھیک ہے پھر سود کے معاملات کرو۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے مطلق سود فرمایا، یہ مفرد اور مرکب کی تفصیل نہ اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے اور نہ رسول ﷺ نے بتائی ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتائی، اہل باطل کا مسلمانوں کو دھوکہ لگا ہے۔

تیسرا دھوکہ:

یہ کہتے ہیں کہ انٹرسٹ جو ہے یہ ہمارے معاشیات کی ضرورت ہے ہم بین الاقوامی کاروبار کیسے کریں گے اس کے بغیر کاروبار ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ اس کا کوئی متبادل ہی نہیں ہے اسلام کے پاس۔ العیاذ باللہ! اسلام اس کا متبادل پیش کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ رب العزت نے فرمایا:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

''اللہ تعالیٰ مکلف نہیں بناتا کسی کو مگر انسان کی گنجائش کے مطابق''۔

اللہ تعالیٰ وہ حکم دیتا ہے انسان کو جو انسان اپنی زندگی میں کر سکے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا کہ انسان اس پر عمل نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا۔

ہمارے علماء نے لکھا کہ انٹرسٹ اور سود جس کو ہم معاشیات اور کاروبار اور تجارت کے لیے روح کی حیثیت دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا متبادل نہیں ہے تو اسلام نے اس کا متبادل پیش کیا ہے۔

سود کے تین متبادل:

(۱)مشارکت (۲)مضاربت (۳)اجارہ۔

۱-مشارکت:

مشارکت یا شرکت کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی سے آپ قرض لیتے ہیں کاروبار کیلئے، وہ کہے کہ یہ رقم آپ مجھ سے کاروبار کے لیے لیتے ہیں میں آپ کے اس کاروبار کے نفع نقصان میں اتنی رقم کے اعتبار سے آپ کے ساتھ شریک ہوں، قرض لینے والے کو بھی فائدہ ہے کہ کل اگر نقصان ہوتا ہے تو وہ نقصان میں بھی شریک ہیں۔

لیکن آج کیا ہوتا ہے، بینک میں پیسے میں نے رکھوائے ہیں ایک کروڑ روپے، آگے کوئی صاحب آگئے، انہوں نے بینک سے وصول کر لئے۔ دیکھو ہم نے کہا کہ ہمیں پندرہ فیصد دے دو اس نے کہا ٹھیک ہے وہ ایک کروڑ روپے لے گیا اس نے کمایا سو فیصد، پچاس فیصد، ساٹھ فیصد، ایک کروڑ کے بجائے ڈیڑھ کروڑ کر دیئے بینک کو دیئے صرف پندرہ لاکھ روپیہ، بینک والے نے مجھ سے کہا کہ آپ کو مل گئے سات ہزار روپیہ اس نے مجھے سات ہزار روپے پکڑا دیئے۔

اب کمانے والے نے کتنا کمایا اور شرکاء کو کتنا دیا، ذاتی قرض میں ایک آدمی پر ظلم ہے اور تجارتی قرض پر سود میں پوری امت پر ظلم ہے۔ بینک کے اندر رقم کس کی ہے؟ پوری قوم کا مال ہے پوری قوم کی رقم لے کر ایک آدمی اس سے فائدہ کماتا ہے پوری قوم پر ظلم کرتا ہے تو ایک آدمی پر ظلم ناجائز اور پوری قوم پر ظلم جائز، نیز اگر کوئی شخص بینک سے ایک کروڑ روپے لے کر نکل گیا اور اسے کاروبار میں نقصان ہو گیا تو بینک ہر حال میں اس سے وہ رقم وصول کرے گا۔ جبکہ مشارکت میں یہ نقصان تمام شرکاء پر باعتبار نفع ونقصان تقسیم ہو جائے گا، لہٰذا سود کا بہترین متبادل مشارکت ہے مل کر کاروبار کرو۔ ”نفع میں بھی شریک نقصان میں بھی شریک“۔

۲۔مضاربت:

ایک آدمی کاروبار بند کرتا ہے اس کو پیسہ چاہئے۔ بھائی آپ کس چیز کا کاروبار کرتے ہو؟ جی میں کپڑے کا کاروبار کرتا ہوں مجھے کپڑا چاہئے، کتنا کپڑا چاہئے؟ دولاکھ کا کپڑا چاہئے۔ بجائے دولاکھ روپیہ دینے کے آپ نے بازار سے دولاکھ روپے کا کپڑا خریدا، اوراس پر جوبھی آپ بازار کے مطابق فائدہ لیتے ہیں بیس ہزار، دس ہزار، جوبھی ہوگا اس اعتبار سے آپ نے فروخت کردیا۔

اب پھر کیا کہتے ہیں لوگ؟ کان ادھر سے پکڑو یا گھما کر ادھر سے پکڑو بات تو ایک ہی ہوگئی۔

لیکن بات یہ ہے کہ یہ ہاتھ گھمانے والی بات نہیں ہے یہ امر ربی کا مسئلہ ہے "اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" یہ بات تو مشرکین نے بھی کہی تھی کہ اس میں کیا فرق ہے، سو روپے کی چیز ایک سو دس میں فروخت کرنا، اور سو روپے دے کر ایک سو دس روپے لینا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور ہمیں اس میں بولنے کی اجازت نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ!

گھر میں بڑا کہے کہ فلاں کام یوں کرنا ہے ہم کہیں کہ یوں نہیں یوں کرنا ہے۔ کہے گا میں کہہ رہا ہوں کہ یوں ہی کرنا ہے تو پھر بیٹا کیا کہتا ہے۔ ابا نے کہا ہے کیا کرسکتے ہیں۔ یہ گھر کے بڑے نے کہا ہے، گھر کے بڑے کو تو بڑا سمجھے اور ملک کے بڑے کو بڑا سمجھے، کہ یہ ملک کا قانون ہے کیا کریں۔ جائز ہے یا ناجائز ہے ملک کے بڑے سے ڈرتے ہیں گھر کے بڑے کا خیال رکھتے ہیں اور جو کل کائنات کا بڑا ہے اور کل کائنات کو پیدا کرنے والا ہے اور اس کو بنانے والا ہے نہ اس سے ڈر اور نہ اس کا خیال۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" یہ امر ربی ہے اس

گویا دکھیں اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے۔

۳-اجارہ:

تیسرا متبادل اجارہ ہے۔ اجارہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک آدمی کہے کہ مجھے فیکٹری کے لیے مشین چاہئے، اس کے لیے رقم چاہئے آپ کہیں کہ میں مشین خریدتا ہوں، ایک لاکھ کی مشین میں نے خریدی آپ کی فیکٹری میں لگادی، مشین میری ہے آپ استعمال کررہے ہیں آپ مہینے کا مجھے اتنا کرایہ دیں، مثلاً ایک ہزار روپے۔ اس تاجر کا بھی معاملہ چل رہا ہے آپ کو بھی فائدہ مل رہا ہے اور معاملہ حلال بھی ہے۔

لیکن ہمارے مزاج کے اندر اہل باطل نے اس طرح ذہن سازی کی ہے اور ہماری یوں تربیت کی ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام تو صرف یہ ہے کہ نماز پڑھو، زکوۃ دو، حج کرو اور روزے رکھو، اسلام یہ ہے۔

اسلام کا کاروبار میں کیا کام ہے؟

اسلام کا ہماری شادی میں کیا کام ہے؟

اسلام کا ہماری فوتگی میں کیا کام ہے؟

اسلام کا ہمارے گھریلو معاملات میں کیا کام ہے؟

میرے دوستو!

صرف نماز وغیرہ اسلام نہیں ہے، یہ اسلام کا ایک حصہ ہے جو عبادات کہلاتے ہیں اور معاملات یہ اسلام کا مستقل حصہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کوئی دکان کھولتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ تمہیں بیوع (خرید و فروخت) کے مسائل آتے ہیں کہ نہیں اگر بیوع کے مسائل نہیں آتے تو دکان کھولنے کی اجازت نہیں ہے، تم خود بھی جہنم میں جاؤ گے اور دوسروں کو بھی جہنم میں لے جاؤ گے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

اللہ کے واسطے یہ میرا اور آپ کا اور ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جو اس وقت سود کو حلال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور جہاں تک ہماری گنجائش ہے ہم اس آواز کو پھیلائیں کہ سود حرام ہے۔ ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ ہم اس آواز کو اور اس پیغام کو جہاں تک ہماری طاقت ہو پہنچائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حلال کمائیں
اور
حرام سے بچیں

حلال کمائیں اور حرام سے بچیں

الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ o یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ o

آیات کا ترجمہ:

اے لوگو! کھاؤ زمین کی روزیوں میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہے اور شیطان کی پیروی مت کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو بطور روزی دی ہیں۔ اور تم اللہ کا شکر ادا کرو اور تم صرف اللہ کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔

فطرت سلیم:

اسلام دین فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن میں بھی ذکر فرمایا ہے۔

فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا

دین اسلام انسانی فطرت کے مطابق ہے اور فطرت سلیمہ اور فطرتِ صحیحہ کا تقاضہ

یہ ہے کہ ہم پاک اور صاف چیزیں استعمال کریں۔ اپنی ذاتی چیز استعمال کریں، دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے سے استعمال نہ کریں۔ چوری نہ کریں، ڈاکے نہ ڈالیں، غصب نہ کریں، ظلم نہ کریں، زیادتی نہ کریں، گندی چیزیں استعمال نہ کریں، یہ فطرت سلیمہ ہے اور ہر پاک طبیعت اور فطرت کا تقاضہ ہے۔

جب انسان اس دنیا میں زندگی گزارتا ہے تو اس دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے اس کو کچھ نہ کچھ مال کی ضرورت پڑتی ہے۔ سونا اور چاندی اس کے پاس ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اپنی زندگی گزار سکے۔ اس مال کو حاصل کرنے کے کچھ ذرائع جائز ہیں اور کچھ ناجائز ہیں۔ جائز ذرائع حلال کہلاتے ہیں اور ناجائز ذرائع حرام کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام سے منع فرمایا ہے۔

سود اور اس کی حرمت:

حرام ذرائع آمدن میں سے سود بھی ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سود کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

جن لوگوں نے سود کھالیا یعنی دنیا میں سودی مال استعمال کیا، سودی کاروبار کیا، سودی ملازمت کی، یہ شخص اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس حالت میں آئے گا جیسے دنیا میں ایک انسان خبطی ہو جاتا ہے۔ بدحواس ہو جاتا ہے، جس پر شیطان حملہ کرتا ہے یا کوئی جن حملہ کرتا ہے، اس کے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں، نہ اس کو اپنی حرکتوں کا پتہ چلتا ہے اور نہ اپنی گفتگو کا پتہ چلتا ہے۔ سود خور بھی قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا گویا سود خور نشے کی حالت میں اپنے سے بے خبر ہوگا، جس وقت تمام مخلوق جمع ہوگی۔

مالِ حرام پر سخت زجر:

مال حرام پر سخت قسم کی زجر کرتے ہوئے ارحم الرحمین نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا

جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں اور عنقریب انہیں جہنم برد کیا جائے گا۔

وہ لوگ جو یتیموں کا مال استعمال کرتے ہیں، کسی کے پاس کسی یتیم یا کسی بیوہ کی رقم بطور امانت پڑی ہے اور وہ اسے بڑے مزے سے کھا رہا ہے، تو یہ حرام ہے۔ صرف حرام نہیں ہے بلکہ پکی بات ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے ڈال رہا ہے۔

مال حلال طریقہ سے حاصل کریں:

حدیث مبارکہ میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

طلب الحلال فریضة علی کل مسلم.

حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

یعنی دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار احکام ہمارے ذمے لگائے ہیں۔ مثلاً سب سے پہلا حکم ہے کہ مسلمان بن جاؤ۔

قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون

اور مسلمان بننے کے بعد پھر نماز اور روزہ ہے، پھر صاحب حیثیت پر زکوٰۃ، حج اور جہاد ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک ہے، جس طرح یہ بہت سارے احکام ہیں، ہم مسجد آتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اسی طرح حلال کاروبار، حلال ملازمت، حلال روزگار کی تلاش اور حلال مزدوری سے مال طلب کرنا بھی مسلمان کی ذمے داری ہے۔

یہ بات نہیں کہ ہم جو ملازمت کرتے ہیں کہ یہ کوئی دنیاوی کام ہے بلکہ حلال

طریقے سے ملازمت ہمارے دین کا حصّہ ہے۔ حلال طریقہ سے تجارت ہمارے مذہب کی تعلیمات میں شامل ہے۔ یہ شریعت میں کوئی ممنوع عمل نہیں ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی تجارت کا واقعہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر ملک شام گئے تھے، آپ ﷺ نے تجارت فرمائی۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حلال طریقہ سے مال حاصل کریں۔ چنانچہ قرآن کریم میں سورۂ مومنون میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا

''اے رسولوں کی جماعت! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو''۔

ایک نکتہ:

اللہ تعالیٰ نے حلال غذا کو پہلے فرمایا اور عمل صالح کو اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ جب یہ حکم انبیائے کرام علیہم السلام کو ہے تو تمام انسان بھی اس کے مکلّف ہیں کہ حلال غذا کھائیں اور عمل صالح کریں۔ علماء لکھتے ہیں کہ جب انسان حلال غذا کھاتا ہے تو اس کی استعداد بڑھتی ہے اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ عمل صالح کرلے چنانچہ یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حللا طیبا کی تفسیر میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب کسی انسان میں کوئی صلاحیت پیدا کرنی ہوتی ہے تو اس کو اسی فن کے مطابق تیار کیا جاتا ہے۔

مثلاً ایک شخص کو پہلوان بنانا ہے تو پہلے اس کو پہلوانوں کے پاس لے جایا جائے گا پھر پہلوانوں کی طرح پورے پورے بکرے اور گھی کھلایا جائے گا یہاں تک کہ وہ پہلوان بن جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی کو ڈاکٹر بنانا ہو تو اسے ڈاکٹروں کی جماعت کے پاس لے جایا جائے گا وہ اسے تعلیم دیں گے، یہاں تک کہ ایک زمانے میں وہ ڈاکٹر بن جائے گا۔

لہٰذا اگر اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بنانا ہے اور بندے میں شان عبدیت پیدا کرنی ہے تو اس کو حلال کھلائیں، اگر اس میں عبادت کا اور اللہ کی محبت کا جذبہ پیدا کرنا ہے، تو اس کے جسم میں حلال ڈالیں۔ تاکہ اس کی رگوں میں دوڑنے والا خون بھی پاک غذا سے بنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کی طرف جوش مارے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

> ''اے ایمان والو! جو چیزیں ہم نے تمہیں بطور روزی دی ہیں ان میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ، پھر اللہ کا شکر ادا کرو، اگر تم خاص اللہ ہی کی عبادت کرنا چاہتے ہو''۔

صاف ستھری چیزیں استعمال کر کے صفت عبدیت پیدا ہوگی اور مسجد میں سکون ملے گا۔ بار بار گھڑی نہیں دیکھیں گے کہ مصیبت ہے امام صاحب بات ختم نہیں کر رہے، دیر ہو رہی ہے۔ آج حال ہی یہ ہے کہ ایک منٹ بھی مسجد میں برداشت نہیں ہوتا اور شادی ہالوں میں گھنٹوں گھنٹوں گذر جاتے ہیں، اگر حلال کھاؤ گے تو تلاوت میں، مسجد میں، اللہ کے ذکر میں سکون ملے گا۔

اَلَا بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب

حلال مال کو اللہ نے عبادت کے جذبے، دین کی طرف آنے کے جذبے اور سکون ملنے کی بنیاد پر بنا کر بھیجا ہے جبکہ حرام مال عبادت سے دوری، دین سے دوری اور بے سکونی کی بنیاد ہے جس کے شواہد اور مثالیں ہم اپنی عام زندگی میں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

حرام مال کی نحوست:

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص لمبے لمبے سفر کرنے والا (باوجودیکہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے) بکھرے ہوئے بالوں والا، غبار آلود کپڑوں والا، (یعنی پریشان حال) دونوں

ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر پکارتا ہے اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! مگر اس کا کھانا بھی حرام ہے، پینا بھی حرام ہے، لباس بھی حرام ہے، ہمیشہ حرام ہی کھایا تو اس کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے؟

اس طرح زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر بھی قرآن پاک میں سخت وعید آئی ہے، ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ٥ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ٥

وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں درد دینے والے عذاب کی خوشخبری دے دیں۔ اس مال کو قیامت کے دن آگ میں تپایا جائے گا۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی کھال کو، اس کی پیشانی، اس کے پہلو اور اس کی پیٹھ کو داغا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا یہ وہ ہے جو تم نے اپنی ذاتوں کے لیے جمع کیا تھا اب چکھو جو کچھ تم نے خزانہ بنا رکھا تھا۔

ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ مال کو سانپ کی شکل دی جائے گی اور وہ زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کو ڈسے گا اور کہے گا اَنَا کَنْزُكَ انا مالُكَ میں تیرا خزانہ ہوں تیرا مال ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مال حاصل کرو اپنی دنیا کی ضرورت کے لیے لیکن جائز طریقے سے اور حلال طریقے سے، ناجائز طریقے سے حاصل کردہ مال پریشانی کا باعث ہے، ایسا کرنے والوں کا دل بے چین ہے، ہر چیز ہے مگر سکون نہیں، ڈپریشن کا شکار ہیں، نیند کی گولیاں کھاتے ہیں، دنیا میں تو پریشانی ہے آخرت میں بھی اللہ کی

ناراضگی اور عذاب کا باعث ہے۔اسی لیے فرمایا حلال مال حاصل کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں، ہماری اولاد کو اور ساری امت مسلمہ کو حرام مال سے محفوظ رکھیں اور حلال مال نصیب فرمائیں اس حرام مال کی وجہ سے قوموں کی قومیں تباہ ہوگئیں۔

حرام مال کی وجہ سے قوم شعیب کا انجام:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں کے واقعات بیان کئے ہیں جو کہ برائے عبرت ونصیحت ہیں۔جس قوم میں جو برائی تھی، اسے بھی بیان کیا ہے، سورۂ اعراف وہود میں واقعہ مذکور ہے:

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، ناپ تول میں کمی مت کرو۔ میں تمہیں مالدار دیکھ رہا ہوں لیکن مجھے ڈر ہے ایسے دن کا جب عذاب تمہیں گھیر لے گا۔

اور اے میری قوم! ناپ تول کو درست کرو لوگوں کے لیے ان کی چیزوں میں کمی مت کرو اور زمین میں فسادی بن کر مت پھرو۔

دیگر من جملہ خرابیوں کے اس قوم میں ایک خرابی یہ تھی کہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، لوگوں کو کاروبار میں دھوکہ دیتے تھے، ناجائز طریقے سے مال حاصل کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا، حضرت شعیب علیہ السلام

نے انہیں سمجھایا لیکن قوم نے مخالفت کی۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا

قوم نے کہا: اے شعیب! کیا آپ کی نماز یہ کہتی ہے کہ ہم اپنے آباواجداد کے طریقے کو چھوڑ دیں۔ کیا آپ کی نماز یہ کہتی ہے کہ ہم اپنے کاروبار میں اپنی مرضی چلائیں

کہ یہ تو میرا کاروبار ہے، یہ تو میری دکان ہے، یہ تو میرا ترازو ہے، یہ تو میرا کپڑا ہے، یہ تو میری گندم ہے، میری مرضی ہے، دس کلو پرچی پر لکھ کر نو کلو کا مال بھر دوں۔ سمجھتے ہیں کہ ہم دھوکہ کریں، سمجھدار ہیں یعنی کاروبار کی کامیابی کا طریقہ ہی یہی ہے کہ ہم دھوکہ کریں، اس طرح مال جمع ہوگا، اس سے معلوم ہوا جو مال اللہ نے ہمیں دیا ہے ہم اس میں بااختیار نہیں ہیں کہ جس طرح چاہیں خرید و فروخت کریں بلکہ ہم اللہ کے حکم کے پابند ہیں کہ کسی کو دھوکا نہیں دینا اور نہ جھوٹ بولنا ہے۔ آج لوگوں کا کہنا ہے کہ جھوٹ کے بغیر تو کام ہی نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا سخت حکم تو نہیں دیا جس پر ہم عمل ہی نہیں کر سکتے، ہمیں اللہ نے ناپ تول میں کمی اور دوسرے کا مال غصب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی تنبیہ کے لیے قوم شعیب کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

بظاہر وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم فائدے میں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک، چیخ مسلّط کر دی

کہا جاتا ہے کہ قوم شعیب پر اللہ تعالیٰ نے تین عذاب مسلّط کیے۔

قوم شعیب پر تین عذاب:

ناجائز طریقے سے مال کمانے کے باعث قوم شعیب پر تین عذاب آئے۔

(۱) سخت گرمی شروع ہوگئی، وہ بہت زیادہ بے چین ہو گئے، وہ لوگ اپنے گھروں

سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا اس میں ٹھنڈی ہوا تھی وہ لوگ اس کے نیچے جمع ہو گئے

(۲) جب ساری قوم اس کے نیچے جمع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس بادل سے آگ برسائی

(۳) اور تیسرے نمبر پر پھر زمین میں زلزلہ لا کر اور فرشتے کی چیخ سے ان کے کلیجے اور دل پھاڑ دیئے اس طرح قوم شعیب ختم ہو گئی۔ ایسی ختم ہوئی کہ وجود باقی نہ رہا۔ اس لیے کہ وہ ناجائز طریقے سے مال حاصل کرتے تھے۔

ٹینشن اور ڈپریشن کی وجہ:

آج صورت حال یہ ہے کہ لاکھوں اور کروڑوں کا مال ہے لیکن دل بے چین ہے، سکون نہیں ہے، آرام و راحت نہیں ہے اس لیے کہ مال میں حلال اور حرام کا فرق نہیں۔ اگر ایک آدمی ملازم ہے آٹھ گھنٹے اس کی ڈیوٹی ہے مگر وہ سات گھنٹے کام کرتا ہے تو اس کی تنخواہ کا آٹھواں حصہ حرام ہے۔ فون اور بجلی کے دفاتر سے دوستیاں ہیں۔ جہاں مرضی اندر یا باہر فون کریں، بل نہیں آئے گا، کیونکہ وہ دوست ہے اور دوست نے سارا مال حرام کروا دیا۔ بجلی کے محکمے سے ہم نے بجلی چوری کر لی تو سارا مال حرام ہو گیا۔ اسی طرح مال جمع کر کے صحیح طریقے سے پوری زکوٰۃ ادا نہ کی تو سارا مال حرام ہو گیا۔

مقدارِ زکوٰۃ:

زکوٰۃ ہے ہی کتنی؟ ایک لاکھ میں ڈھائی ہزار دینے پڑتے ہیں اور ایک کروڑ میں ڈھائی لاکھ دینے پڑتے ہیں اگر کروڑ میں سے ڈھائی لاکھ نکال دیں تو اس سے بڑی کیا بات ہے کہ ایک ایک روپیہ حلال ہو جاتا ہے، اگر ڈھائی لاکھ نہ نکالا تو پورا مال خراب ہو گیا۔ زکوٰۃ مال کا اصل میل کچیل دور کرتی ہے۔ زکوٰۃ ادا نہ کی تو مال میں میل کچیل

آ گیا۔ مثلاً ہم زمیندار ہیں، کاشتکاری کرتے ہیں، فصل بیس من ہوتی ہے۔ اس میں سے ایک من دیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا اگر سو من میں سے پچانوے من کو پانچ من زکوۃ میں دے کر صاف کرلیں۔ اس کا دانہ دانہ پاک ہوجائے گا اور ہماری اولاد کھائے گی اس سے اچھے اثرات پڑیں گے۔

اور اگر زکوۃ نہ نکالی تو ساری فصل خراب ہوگئی۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ زیادہ مریض گندا پانی پینے کی وجہ سے بیمار ہورہے ہیں، پھر ہم کیا کرتے ہیں کہ اسپتال جا کر انجکشن لگواتے ہیں اور دوائی لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر اس حرام سے نہ بچیں تو قبر میں جا کر فرشتے انجکشن لگاتے ہیں اور وہاں مار کٹائی ہوتی ہے۔ تا کہ اللہ کے یہاں صاف ستھرا کر کے پیش کیا جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورۂ مائدہ)

اے مومنو! جب اللہ کے سامنے کھڑے ہو تو اپنا چہرہ دھولو، اپنے ہاتھ دھولو، اپنے سر کا مسح کرلو، پاؤں دھولو، پاک ہو کر اللہ کے سامنے آؤ۔

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

رب کی بڑائی بیان کرو تو کپڑے صاف پہنو

جب ہم اس دنیا میں اللہ کی عبادت کے لیے آتے ہیں تو بدن، کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے اس کے بغیر ہم عبادت نہیں کر سکتے۔ تو کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں گے تو ناپاک ہوں گے۔ بادشاہ کے پاس جاتے ہیں تو صاف کپڑے پہنتے ہیں اور بادشاہوں کے بادشاہ کے پاس جائیں گے تو اپنے آپ کو صاف کرنا پڑے گا۔

لَاتَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

تم اپنا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، دھوکہ دے کر، خیانت کر کے، جھوٹ بول کر، غصب کر کے، دوسروں کا حق دبا کر۔

ایک اہم مسئلہ:

بھائی بہنوں کو ان کا حصہ دے کر ان کے حقوق ادا نہیں کرتے، کہتے ہیں بہن کو کون دے؟ بہنوئی ہمارا کیا لگتا ہے؟ دوسرا آدمی ہے، یہ ہمارے باپ کا مال ہے، آپ بہنوئی کو تھوڑی دے رہے ہیں، بہن کا حق ہے اس کو دے رہے ہیں۔ جس پیٹ سے تو پیدا ہوا، اس پیٹ سے وہ پیدا ہوئی پھر اس کو اس کے باپ کا مال دینا کیوں عیب سمجھا جاتا ہے۔

حج کے لیے جاتے ہیں اور کفن کو آبِ زم زم سے دھو کر لاتے ہیں۔ کفن نہیں خود بھی غسل کریں، حرام مال کھایا تو مکّہ کے طواف اور زم زم کا پانی بھی ہمیں پاک نہیں کر سکتا۔ حاجی بن گئے، نمازی بن گئے، پرہیز گار بن گئے، مگر بہنوں کے حقوق دبائے ہوئے ہیں۔ ادا کرنا چوہدراہٹ اور دبدبے کے خلاف سمجھتے ہیں اور حرام بھی نہیں سمجھتے۔

جس مال سے بہنوں کا حق ادا نہیں کیا جاتا وہ مال بھائیوں پر اس طرح حرام ہے جیسے خنزیر کا گوشت اور چوری اور سود کا مال حرام ہے، جیسے ڈاکہ کا مال حرام ہے، ایسا شخص اپنی بہن کے مال کا ڈاکو ہے، جرأت اور طاقت نہ ہونے کی وجہ سے گھر میں نہیں

بہترین لوگ

بہترین لوگ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ o جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ o

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ (سورۂ بیّنہ: ۷، ۸)

عزیز دوستو اور بزرگو!

تیسویں پارے کی سورۂ بینہ کی آخری دو آیات تلاوت کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، یہ مخلوق میں سب سے بہترین لوگ ہیں ان کی حقیقی جزا اور بدلہ ان کے رب کے ہاں ہے جو جنّت کی صورت میں ملے گا۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ وہ انسان ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی یہ اس شخص کے لیے انعام ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا''۔

تشریح:

انسانی فطرت ہے، ہر انسان کی چاہت ہے کہ مجھے اچھا لباس ملے، مجھے اچھی خوراک ملے، مجھے اچھی سواری ملے، اچھا مکان ملے، یہ انسانی فطرت ہے۔ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت۔ ہر انسان اپنی مطلوبہ چیز اچھی سے اچھی مانگتا ہے، بیٹا ہو اچھا ہو، بھائی ہو اچھا ہو، بیوی ہو اچھی ہو، گھر ہو اچھا ہو، سواری ہو اچھی ہو۔ لیکن آیا کبھی اس پر بھی انسان نے غور کیا ہے کہ میں ایک اچھا انسان کب بنوں گا اور میں ایک اچھا انسان کب کہلاؤں گا؟

وہ انسان جو اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک اچھا ہو، وہ انسان جس سے اللہ راضی ہو جن کو اللہ تعالیٰ کا قرب اور رضا حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہی بات سورۂ بینہ میں ارشاد فرمائی۔

بہترین لوگ:

جو انسان ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ جن کی نگاہ، جن کے نظریے، جن کے دل و دماغ کی سوچیں اور جن کا عقیدہ و نظریہ جن کے اعمال، افعال اور اخلاق و کردار ایک اللہ رب العزت کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق ہے ان کے بارے میں فرمایا:

أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

''مخلوق میں سے سب سے بہترین انسان یہی ہیں یہ سب سے بہتر لوگ ہیں''۔

یہ تو ہوگئی ایک مجموعی بات، پھر انسان اس دنیا میں مختلف حیثیتوں سے اور مختلف لڑیوں میں پرویا ہوا ہے۔

تقسیم باعتبار حیثیات مختلفہ:

ہر انسان اپنی حیثیت میں صحیح چلنے والا ہو مثلاً

۱ اگر انسان والد کی حیثیت رکھتا ہے تو بہترین والد کون سا ہے؟

۲ اگر انسان اولاد کے زمرے میں ہے کسی کا بچہ ہے، بیٹا ہے تو بہترین اولاد کی کیا صفات وعلامات ہیں؟

۳ اگر یہ کسی کا شوہر ہے تو بہترین شوہر کون سا ہے؟

۴ یہ خاتون ہے کسی کی بیوی ہے یا بیٹی، بہن ہے یا ماں اسے کون سی صفات کا حامل ہونا چاہیے؟

ہر لڑی میں یہ انسان بہتر ثابت ہو۔

پہلی حیثیت: بہترین والدین

بہترین والد وہ ہے جسے اپنی اولاد اور اہل وعیال کے دین اور تعلیم و تربیت کی فکر ہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کا نبی ہونا ایک الگ حیثیت ہے اور والد ہونا دوسری حیثیت ہے۔ نبی تھے بنی اسرائیل کی پوری قوم کی تربیت کر رہے تھے، بحیثیت والد کے بھی قرآن کریم میں آپ کا ذکر ہے۔ سورۂ بقرہ آیت:۱۳۲ میں ارشاد ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت ہے، موت کے وقت ہر والد اپنی اولاد کے لیے فکر مند ہوتا ہے کہ ان کا کیا بنے گا؟

کسی نے بہت اچھا جملہ کہا کہ ہر والد کو یہ فکر ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ ٹھیک ہے اس کی بھی فکر کرو، لیکن اس سے زیادہ اس بات کی فکر کرو کہ میری اولاد کے مرنے کے بعد ان کا کیا ہوگا؟ میں تو جا رہا ہوں دنیا سے، کل کو میری اولاد بھی جائے گی، میرے بڑے چلے گئے، میں جاؤں گا، کل کو میری اولاد بھی جائے گی تو بجائے اس فکر کے کہ میرے مرنے کے بعد اولاد کا کیا ہوگا، یہ فکر ہو کہ میری اولاد کے مرنے کے بعد ان کا کیا ہوگا؟

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو (بیٹوں کو) جمع فرمایا اور ان سے ایک ہی بات کہی

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ

''(اے میرے بیٹو! بتلاؤ) تم میرے (دنیا سے جانے کے) بعد کس کی عبادت کرو گے؟''

بیٹوں کا جواب

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا

''اللہ کی عبادت کریں گے جو آپ کا رب ہے اور آپ کے آباء ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کا رب ہے''۔

قرآن کریم نے یہ بات بتلا دی کہ بہترین والد وہ ہے جو ایسا عمل کرے جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا، جس والد کو اپنی اولاد کے ایمان اور دین کی فکر ہو کہ میری اولاد کا ایمان صحیح ہو، ان کے اعمال درست ہوں، وہ دین اور مذہب کے پابند ہوں...... یہ ہے بہترین والد!

اور آج یہ سمجھا جاتا ہے کہ بہترین والد وہ ہے جس نے بہترین مکان بنا کر دیا، بہترین گاڑی خرید کر دے دی، کمپیوٹر خرید کر دے دیا، ٹی وی دلا دیا، کپڑے دلا دیے اور دنیا بھر کا سارا سامان لا کر دے دیا اگر چہ وہ دن میں ایک نماز بھی نہ پڑھتا ہو، اگر چہ اسے نماز بھی صحیح طریقے سے نہ آتی ہو، والد کو فکر ہی نہیں ہے اور یہ سمجھ رہا ہے کہ میں بہترین والد ہوں کہ میں نے اولاد کے سامنے دنیا ڈھیر کر دی۔

اللہ نے ہمیں یہ نعمت عظمیٰ اولاد کی صورت میں عطا کی ہے۔ بحیثیت والد ہونے کے اللہ نے ہماری یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ ان کی دنیا کی ضروریات پوری کریں، یہ تو ہماری ذمہ داری ہے ہی لیکن دینی تربیت کرنا، ایمانی تربیت کرنا، اخلاقی تربیت کرنا یہ بھی ایک مسلمان والد کی ذمہ داری ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت اپنے بیٹے کے نام:

اسی طرح سورۂ لقمان میں حضرت لقمان علیہ السلام کا واقعہ ہم سب جانتے ہیں، قرآن کریم میں ان کے نام پر سورت اتاری گئی جس میں باقاعدہ وہ قیمتی اور عمدہ نصائح ذکر کئے گئے جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمائے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

يَابُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝

''اے میرے بیٹے! شرک نہ کرنا۔ بلاشبہ شرک عظیم گناہ ہے''۔

شرک ایسا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کبھی معاف نہیں فرماتے۔

شرک کی مثال:

کسی نے شرک کی بڑی اچھی مثال دی کہ ایک آدمی شادی کرتا ہے، بیوی کے لیے مکان کا انتظام کرتا ہے، اس کے لیے اچھے لباس کا انتظام کرتا ہے، اس کے لیے اچھی خوراک کا بندوبست کرتا ہے، وہ گھر میں آ کر اس شخص کی بیوی بن جاتی ہے، وہ

اپنے شوہر کے آرام اور راحت کا خیال رکھتی ہے لیکن آخر وہ انسان ہے کبھی کھانے میں نمک زیادہ ہوسکتا ہے، کبھی کوئی چیز مرضی کے خلاف ہوسکتی ہے یہ ساری چیزیں شوہر برداشت کرلے گا، کوئی بات نہیں انسان ہے، لیکن شوہر کو اگر یہ پتہ چل جائے کہ جس کے لیے میں نے گھر بنایا، جس کے لیے میں نے کپڑے خریدے، جس کے لیے میں نے خرچہ کیا، اس کی نظریں کہیں اور ہیں تو یہ جرم نا قابل معافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسمان کو چھت بنایا، زمین کو ہمارے لیے فرش بنایا، روشنی کے لیے چاند، ستارے اور سورج کا انتظام فرمایا، پھل، پھول، سبزہ، سب کچھ ہمارے لیے بنایا اور ہم سے کہا: ''اے بندے تو میرے لیے ہے''۔ اب اگر ہماری نظریں اس رب سے ہٹ کر کہیں اور لگ جائیں گی تو اللہ رب العزت غضب اور ناراضگی سے کہے گا ''چھوڑ دو اس کو۔'' اس لیے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کیا فرمایا: دیکھو! شرک نہ کرنا، پھر آگے فرمایا:

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

''اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم کرو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو''۔

اور فرمایا:

وَلَاتُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَاتَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا

''اور گال پھلا کر لوگوں کے سامنے نہ آؤ اور زمین پر اکڑ کر مت چلو''۔

یہ اخلاقیات ہیں جن کی تعلیم ہمیں قرآن دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہی سب کچھ تو سکھلا کر گئے کہ عقیدہ صحیح رکھو، عمل صحیح رکھو، اخلاق درست رکھو۔

یہ سب حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی تربیت کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے محفوظ کر کے قیامت تک کے آنے والے والدین کے لیے ایک

نمونہ بنادیا۔

بہترین والدین وہ ہیں جواپنی اولاد کی اسی نہج پر تربیت کرنے والے ہوں کہ ان کے ایمان، ان کے اعمال، ان کے اخلاق، ان کے کردار کی فکر ہو۔

آج چھوٹا بچہ گالی دیتا ہے تو ماں باپ ہنستے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو! یہ اس نے گالی دی ہے۔ ارے اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ یہ تو رونے کی بات ہے، اس کو اللہ اللہ سکھاؤ، اسے بسم اللہ سکھاؤ، السلام علیکم سکھاؤ، لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ، اس کی اچھی تربیت کرو، یہ وہ پودا ہے جو نکل رہا ہے پروان چڑھ رہا ہے، ابھی اس کی جڑ بنے گی، شاخیں نکلیں گی، اگر ابھی سے بنیاد ٹیڑھی ہو گئی تو اوپر جا کر درخت کبھی سیدھا نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ کہ بہترین والدین وہ ہیں جو اپنی اولاد کی ایمانی اور اخلاقی تربیت کریں۔

دوسری حیثیت: بہترین اولاد

بہترین اولاد کون سی ہے؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام بحیثیت اولاد:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا، سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف ذکر فرمائے ہیں:

وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَّكَانَ تَقِيًّا ○ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا○ (سورۂ مریم)

بڑے متقی انسان تھے، بڑے نیک انسان تھے، اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنے والے تھے، نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمان نہ تھے۔

تو بہترین اولاد وہ ہے جو ماں باپ کے ساتھ نیکی کا رویہ رکھنے والی ہو، انہیں

راحت پہنچانے والی ہو، ان کا خیال رکھنے والی ہو، یہ بہترین اولاد ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت اولاد:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ (سورۂ مریم)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے ماں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش اور بد بخت نہیں بنایا''۔

تو بہترین اولاد جو اپنے والدین کو نفع پہنچانے والی ہو، ان کو راحت دینے والی ہو، فرماں بردار ہو، نافرمان اور سرکش نہ ہو۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام بحیثیت اولاد:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی مثال دیکھیے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو انہوں نے فرمایا:

يَـٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ (سورۂ صافات)

''ابا جان! جو آپ کو حکم ہے وہ پورا کیجیے، مجھے ان شاء اللہ آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے''۔

البتہ والدین کی اطاعت صرف جائز کام میں ضروری ہے، جان جاتی ہے تو چلی جائے ناجائز بات میں نہیں کرنی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں خواب میں ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں تو فوراً فرمایا: گردن حاضر ہے۔ یہ بہترین اولاد ہے جو اپنے والدین کی راحت کا خیال رکھنے والی ہو، لیکن راحت سے مراد صرف یہ نہیں کہ دنیاوی راحت، ان کے دینی امور کا بھی خیال ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت بیٹا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ۝ (سورۂ مریم)

اگر اولاد کو پتہ ہو کہ والد صراحتاً ایک ناجائز کام کر رہے ہیں، سودی معاملات کر رہے ہیں یا خدا نہ کرے رشوت خوری میں ملوث ہیں تو اولاد کو چاہیے کہ اپنے والد کی بھی تربیت اور انہیں نیکی پر لانے کی فکر کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آداب کو ملحوظ رکھا اور کہا:

يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ۝ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۝

''اے میرے ابا جان! (یعنی میرے قابل احترام والد) میں وہ علم لیکر آیا ہوں جو اللہ نے مجھے دیا ہے آپ میری بات مانئے، میں آپ کی رہنمائی کروں گا، سیدھے راستے کی طرف اے میرے والد محترم! آپ شیطان کی پیروی نہ کیجئے، بلاشبہ شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے ابا جان! مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کی طرف سے آپ پر پکڑ نہ آجائے اور آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں''۔

بہترین اولاد جو اپنے والدین کی راحت کا سبب بنے، انہیں آرام پہنچانے کا سبب بنے، لیکن ساتھ میں یاد رکھیں! ابراہیم علیہ السلام نے ادب کو نہیں چھوڑا۔ لہٰذا ان کے مرتبے کا لحاظ رکھیں، یہ نہ ہو کہ آپ کہیں میرا والد تو گناہ گار ہے، یہ تو بے نمازی ہے، اس کو ہٹا دیہ کسی کام کا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا

''اگر والدین تمہیں مجبور کریں اللہ کے ساتھ شرک کرنے پر جسے تم جائز نہیں سمجھتے تو ان کی اس معاملے میں اطاعت نہ کرو لیکن پھر بھی ان سے اچھا برتاؤ کرتے ہو''۔

بہترین اولاد وہ ہے جو اپنے والدین کو دنیاوی راحت بھی پہنچانے والی ہو اور دینی راحت بھی پہنچانے والی ہو۔ چنانچہ حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْا لَهٗ.

(مشکوۃ المصابیح)

''جب انسان مرجاتا ہے (دنیا سے چلا جاتا ہے) تو اس کا اعمال نامہ بند ہوجاتا ہے مگر تین راستے ایسے ہیں کہ اس کا اعمال نامہ بند نہیں ہوتا، (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم نافع (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے نیک دعائیں کرتی رہے''۔

وہ نیک بچہ جو اپنے ماں باپ کو دعاؤں میں یاد رکھتا ہے جو اپنی زندگی میں اپنے والدین کے لیے دعائیں کرتا ہے ان کے لیے ایصال ثواب کرتا ہے، بہترین اولاد ہے جن کے والدین نے ان کی ایسی تربیت کی، دنیا میں راحت کا ذریعہ اور ماں باپ کے دنیا سے جانے کے بعد ان کی راحت کا ذریعہ۔

اور اگر اسلامی تربیت نہ کی ہو تو مرنے کے بعد تو دور کی بات وہ دنیا ہی میں وبال جان ہے، وہ دنیا ہی میں باپ سے کہتے ہیں کہ پیسہ دو پیسہ، اور باپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ مرتا نہیں، نہ جانے پیسہ کب ہاتھ آئے گا؟ باپ سے کہتے ہیں کہ آپ

کاروبار کرنا نہیں جانتے، آپ کو پتہ نہیں، سب میرے حوالے کریں۔ اگر میرے حوالے نہیں کریں گے تو میں جاتا ہوں۔

تربیت نہ کرنے کا نتیجہ کہ اولاد دنیا میں وبال جان ہے اور اگر تربیت کی تو دنیا میں بھی راحت اور صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ جب والدین انتقال کر جائیں گے تب بھی ان کے لیے دعائیں کریں گے، ان کی قبر میں بھی ان کے لیے راحت ہوں گے۔

بہترین شوہر کون ہے؟

رسول پاک ﷺ نے فرمایا

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِكُمْ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِى

''تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے پیش آتا ہوں''۔

بہترین شوہر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا رویہ رکھنے والا ہو، اس سے اچھے اخلاق سے پیش آتا ہو۔

ایسا نہ ہو کہ......

دوستوں میں اچھے اخلاق لیکن گھر میں سخت مزاج۔

دوستوں میں ہنسنے والا اور گھر میں ماتھے پر شکن ڈال کر رکھنے والا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں جس برتن میں پانی پیتی رسول پاک ﷺ میرا بچا ہوا پانی لیتے اور اس جگہ سے منہ لگا کر پیتے جہاں سے میں نے منہ لگا کر پیا تھا۔

رسول پاک ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جوٹھے پانی کی قطعاً ضرورت نہیں تھی، لیکن یہ دراصل امت کو تعلیم دینا تھی کہ اپنی گھر والیوں سے اچھے اخلاق رکھو، ان سے پیار و محبت کرو، جائز طریقے سے محبت کرنے کو اسلام نے منع نہیں فرمایا۔ یہ امت

کو تعلیم دینا تھی نیز جو اپنی بیوی کو اتنی محبت دے گا تو بیوی کبھی اس کے خلاف نہیں ہوگی۔

فرمایا: اس جگہ سے پیتے جس جگہ سے میں پیتی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو کیا کرتے؟ فرمایا:

گھر میں آتے تھے ہمارے ساتھ گھل مل جاتے تھے، گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے، گھر کے خادموں، گھر والوں کے ساتھ ہنسی مذاق فرماتے تھے۔

کبھی اچانک تشریف نہیں لاتے تھے بلکہ پہلے اطلاع ہوتی تھی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں۔ یہ آپ کے شان دار اخلاق تھے۔

فرمایا: بہترین شوہر وہ ہے جس کے اخلاق بہترین ہوں اور قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی معاشرت رکھا کرو

اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔

تیسری حیثیت: بہترین بیوی

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل فرماتے ہیں۔ فرمایا:

''جو عورت اپنی نمازوں کو پڑھنے والی ہو، رمضان کے فرض روزے ادا کرنے والی ہو، اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے والی ہو اور اپنے شوہر کی اطاعت کرنے والی ہو جنت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہے گی، ہو جائے گی''۔

یہ ہے بہترین بیوی جو کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کا حق پورا پورا ادا کر رہی ہے یہ نہیں کہ گھر کے کام تو سب ہو رہے ہیں، کھانا بھی وقت پر مل رہا ہے، کپڑے بھی وقت پر مل

رہے ہیں، چائے بھی وقت پر مل رہی ہے، گھر کا سارا نظام درست ہے، لیکن نمازوں کی کوئی پرواہ نہیں، نمازوں کے لیے وقت نہیں ہے، نمازیں قضاء ہو رہی ہیں یا ادا ہو رہی ہیں کوئی فکر ہی نہیں، سب سے پہلے اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا اپنی نمازوں کی پابند ہو، اپنے روزوں کی پابند اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے والی، اپنے شوہر کی جائز کام میں اطاعت کرنے والی ہو، جس میں یہ چار صفات ہیں رسول پاک ﷺ نے فرمایا: یہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

چوتھی حیثیت: بہترین دوست

دوستیاں بھی بہت ہوتی ہیں، بہترین دوست کون سا ہے؟ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (سورہ زخرف)

یہ جتنی دوستیاں دنیا میں نظر آ رہی ہیں، یہ سب ختم ہو جائیں گی اور یہ سب ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے "اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ" سوائے اہل تقویٰ کے، سوائے اہل ایمان کے، قیامت کے دن نہ یہ رشتہ داری چلے گی نہ حسب ونسب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَلُوْنَ ○

جب صور پھونکا جائے گا تو کوئی ایک دوسرے سے پوچھے گا بھی نہیں کہ ارے! تو تو میرا بھائی تھا، ارے تم تو میرے بیٹے تھے، آپ تو میرے ابا تھے۔

قرآن کریم میں مذکور ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ

وَبَنِيهِ ○

جس میں اللہ کے لیے محبّت تھی اللہ کی رضا کے لیے آپس میں ملتے تھے، اللہ کی رضا کے لیے الگ ہوتے تھے۔ فرمایا یہ دوستی ایسی ہے کہ اس دوستی کی برکت سے اللہ پاک ان کو عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے۔

یہ دوستیاں اور تعلقات دنیا میں بہت قسم کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تمام دوستوں میں بہترین دوست وہ ہے جس سے آپ کا تعلّق دین کی بنیاد پر ہو، تقویٰ کی بنیاد پر ہو۔

اور اگر آپ کا دوست بدعمل، فاسق، فاجر، حرام خور، بے ایمان ہو تو قرآن کریم نے اس کو بھی ذکر کیا۔

برا دوست کون سا ہے؟

قرآن کریم میں سورۂ فرقان میں اس کا ذکر ہے۔ فرمایا:

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○ (سورۂ فرقان)

''ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا''۔

بے نمازی دوست ہوگا تو وہ نماز کے لیے کہاں جانے دے گا؟ سود خور دوست ہوگا سودی معاملات کہاں چھڑائے گا؟ وہ تو اور پھنسائے گا۔ شرابی اور زانی آدمی ہے، ہمیں پتہ ہے لیکن چونکہ صاحب مال یا صاحب منصب ہے اس لیے ہم اس سے تعلّق رکھنے کی اور بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہمیں پتہ ہے کہ یہ معاشرے کا ظالم ترین انسان ہے، یہ قاتل بھی ہے شرابی بھی ہے، بدکردار بھی ہے لیکن پھر بھی اس سے تعلّق رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کہے گا کہ يٰوَيْلَتٰى ہائے افسوس! میں نے اس فلاں (اللہ کے نافرمان) کو دوست نہ بنایا ہوتا

لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ

لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝

''اس نے مجھے گمراہ کردیا دین سے جبکہ وہ حق میرے پاس آچکا تھا اور شیطان انسان کو شرمندہ اور ذلیل کرنے والا ہے''۔

خلاصۂ بیان:

لہٰذا بہترین دوست وہ ہے جس سے دوستی ایمان کی بنیاد پر ہو، بہترین والد وہ ہے جو اپنی اولاد کی دینی تربیت کرے، بہترین اولاد وہ ہے جو اپنے والدین کو راحت پہنچائے، بہترین شوہر جو اپنے گھر والوں سے اچھے اخلاق سے پیش آئے، بہترین بیوی جو اللہ کے احکام پورا کرنے کے ساتھ شوہر کی اطاعت کرنے والی ہو۔ یہ وہ بہترین انسان ہیں آج ہم جنہیں چاہتے ہیں۔

میرا کپڑا اچھا ہو، دکان اچھی ہو، مل اچھی ہو، سواری اچھی ہو، لوگ دیکھ کر کہیں کہ دیکھو اس کے پاس کیسی گاڑی ہے، کیسی مل ہے، اس کے پاس کیسا مکان ہے؟

لیکن میرے دوستو! اللہ کہے میرا بندہ کتنا پیارا ہے؟ کتنا اچھا باپ ہے اپنی اولاد کی کتنی پیاری تربیت کی ہے۔ ہمارے بزرگوں میں سے ایک تھے جب انتقال ہوا تین بیٹے تھے، انتقال کے وقت تینوں تہجد میں تھے، بہترین والد جو اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرے اور بہترین اولاد جو اپنے والدین کے نفع کا خیال رکھے، راحت کا خیال رکھے۔ ایسا انسان اللہ کے ہاں بہترین انسان کہلانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی دنیا کی ہر گھڑی میں، ہر رخ میں اور ہر حیثیت سے بہترین انسان بنادے۔ ایسا انسان جس سے وہ راضی ہو اور ہمیں نفس و شیطان کے شر سے محفوظ فرمائے (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
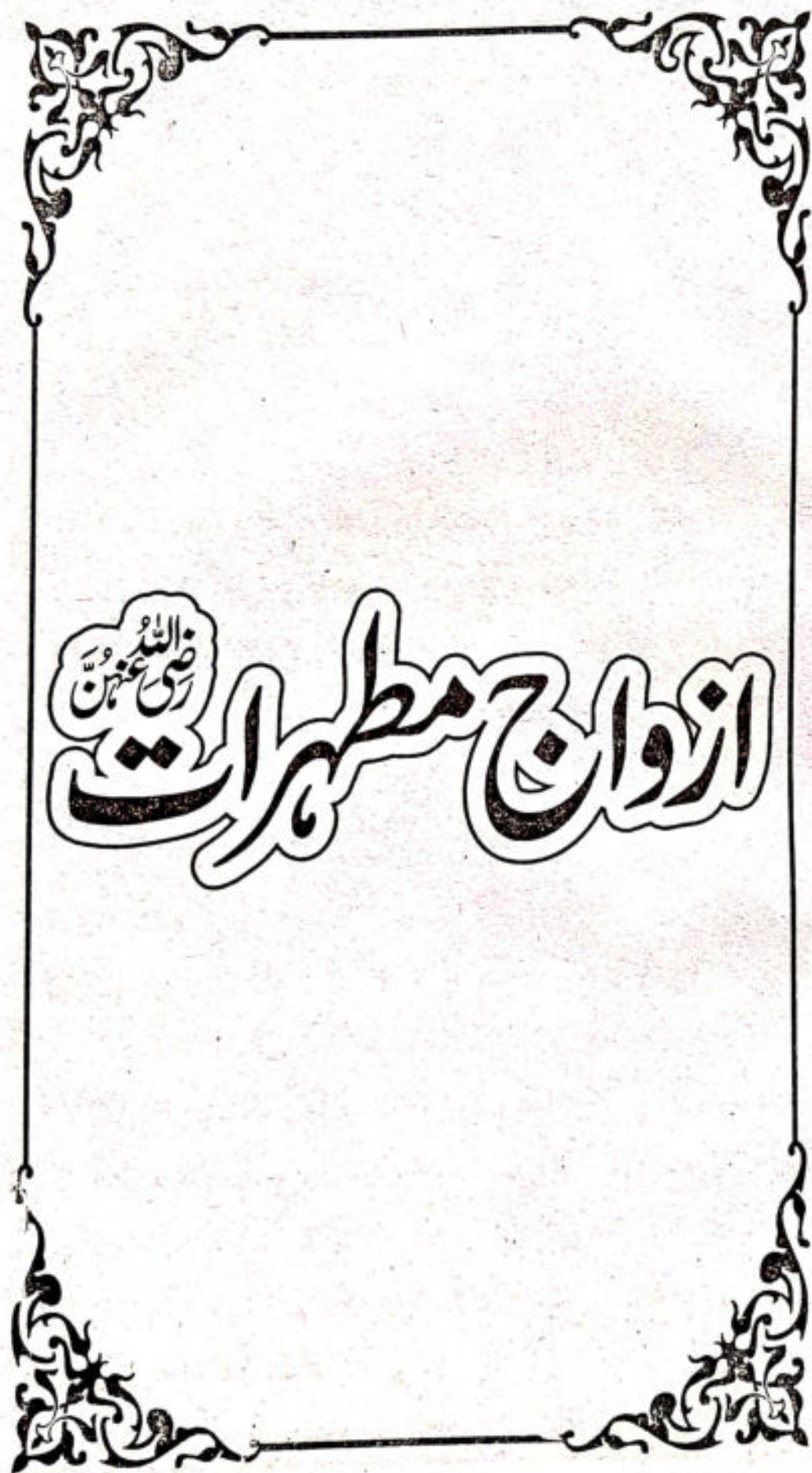
ازواج مطہرات
رضی اللہ عنہن

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

الحمد للہ و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ
امابعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ
وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ
الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا○

عزیز دوستو اور بزرگو!

یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نکاح نہیں فرمایا اور یہ نکاح ۷ھ میں ہوا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء عمرے کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے اور پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا تھا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ یعنی حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ اس گیارہویں نکاح کے بعد حکم آگیا:

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِھِنَّ مِنْ

اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ رَّقِيْبًا o

اب آپ کو کسی عورت سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ سارے نکاح وحی کی روشنی میں ہوئے اور تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امہات المومنین کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ یہ تمام خواتین اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہیں۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا ان تبدل بهن.

''آپ ان کو بدل نہیں سکتے''۔

یعنی طلاق دے کر ان کی جگہ کسی اور عورت سے نکاح نہیں فرما سکتے۔ اس کی اجازت نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام بہت اونچا ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق تین باتیں:

سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں تین باتیں بیان کی ہیں۔

پہلی بات:

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مرتبہ اور ان کی فضیلت

دوسری بات:

ان کے ذمہ کے اعمال بتائے ہیں۔

تیسری بات:

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے جو انعامات ہیں ان کا اعلان ہے۔

پہلی بات کی تفصیل:

اللہ تعالیٰ نے جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مرتبہ ذکر کیا ہے تو فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

''اے نبی کی عورتو! آپ نہیں دیگر عورتوں کی طرح''۔

فضیلت، مرتبہ اور درجہ کے لحاظ سے دنیا میں جتنی نیکوکار عورتیں ہیں اور جتنی باکردار اور صالحات عورتیں ہیں ان سب سے تمہارا درجہ بڑا ہے۔ مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کا مطلب یہی فرماتے ہیں اور سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ

''پیغمبر کی ازواج امت کی مائیں ہیں''۔

اب لازمی بات ہے کہ ایک آدمی کے لیے کسی خاتون سے یا تو یہ رشتہ ہوتا ہے کہ اس کی بیٹی ہے یا بہن ہے یا اس کی بیوی ہے یا خالہ یا پھوپھی ہے یا آخر ماں ہے۔ لیکن فضیلت صرف ماں کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت ماں کے قدموں تلے ہے''۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی مائیں ہیں۔ تمام خواتین میں سب سے بڑا مرتبہ اور سب سے بڑی فضیلت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو عطا فرمائی ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔ ان کے ناموں کو اپنی بچیوں کے لیے منتخب کرنا چاہیے۔

آج کے لوگوں کے مزاجوں میں فتور آچکا ہے۔ ایسے نام رکھتے ہیں جو دنیا میں کسی کے نہ ہوں۔ یہ کون سا کمال ہے کہ کسی کا نام نہ ہو۔ صحابیات کے ناموں کو کہتے ہیں کہ پرانے نام ہیں۔ پرانے نہیں بلکہ بابرکت اور خیر والے نام ہیں۔

خدیجہ سے پیارا کون سا نام ہوسکتا ہے؟

عائشہ اور حفصہ سے پیارا کون سا نام ہو سکتا ہے؟

پیغمبر کی ازواج کا نام تھا۔ آج نام رکھتے ہیں مہوش، نازش اور ارم الٹے سیدھے نام ہیں پھر آ کر کہتے ہیں: مولوی صاحب معنی بتا دیں۔ کوئی بھی تین حروف جوڑ کر آ گئے کہ اس کا ڈکشنری میں معنی بتا دو۔ صحابیاتؓ، صحابہؓ اور انبیائے کرام کے مبارک نام منتخب کریں۔ یہ علامت ہے کہ ہمیں ان سے محبت ہے۔ جب آپ کو یہ نام پسند نہیں تو وہ لوگ کیسے پسند ہوں گے؟ ان سے کیسے محبت ہوگی؟ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت قرآن میں بیان ہوئی ہے، ان سے عقیدت و محبت ضرور رکھنی چاہیے۔

دوسری بات کی تفصیل:

دوسری بات جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

کہ اے پیغمبر کی گھر والیو! تمہارا درجہ بہت بڑا ہے اور عام مومن عورتوں پر تمہاری فضیلت بہت زیادہ ہے مگر ایک شرط ہے کہ تم تقویٰ والی ہو تقویٰ کے بغیر یہ مرتبہ تمہیں بھی نہیں ملے گا۔

لوط علیہ السلام کی بیوی نبی کی زوجہ تھی لیکن انجام کافروں جیسا ہوا لہٰذا صرف نبی کی زوجہ ہونے سے تمہیں یہ درجہ نہیں ملے گا، تاوقتیکہ تم ایمان اور تقویٰ کی صفت سے متصف نہ ہو۔

اب تقویٰ کیسے حاصل کریں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پانچ احکام دیے ہیں۔

پہلا حکم:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝

چونکہ وہ پیغمبر کی ازواج تھیں ان کے شوہر سید الانبیاء تھے۔ لہٰذا ان کے پاس

مختلف قسم کے لوگوں کا آنا جانا تھا، اٹھنا بیٹھنا تھا تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو پہلا حکم یہ ملا کہ

اگر کوئی تمہارے گھر آئے تو تمہیں گفتگو کرنا پڑے تو تو نرم لہجہ مت اختیار کرنا تمہارا انداز نرم نہ ہو، اس میں روکھا پن ہونا چاہیے، آواز کڑک ہو

اس لیے کہ آنے والے دو قسم کے لوگ ہیں:

ایک وہ ہیں جن کے دل میں حمایت ہے انہیں کوئی بات پوچھنی ہے۔ انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ خاتون نرمی سے بات کرتی ہے یا سختی سے۔

دوسری قسم بیمار لوگوں کی ہے۔ بے حیا ہیں، خواتین سے گفتگو کرنے کے خواہشمند ہیں، جب کسی ایسے شخص سے خاتون سختی سے بات کرے گی، یہ سختی اس کے منہ پر طمانچہ ہوگا لہٰذا پھر وہ کبھی نہیں آئے گا۔

مگر قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا کا مطلب یہ ہے کہ بات صحیح کرو، یہ نہیں کہ کوئی آجائے تو گالی دو، بلکہ بات اور جواب صحیح دو مگر لہجہ سخت ہو۔

دوسرا حکم:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

اے پیغمبر کی عورتو! گھر میں قرار پکڑو اور باہر مت نکلو، تمہارے لیے گھر بہتر ہے اگر مجبوری میں نکلنا پڑے تو بناؤ سنگھار کے بغیر نکلو۔

تیسرا حکم:

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ

''نماز کو قائم کرو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کے لیے نماز سے پہلے پردے کا حکم ہے۔ پردہ کتنا اہم ہے۔ پہلے فرمایا گفتگو سخت رکھو، اپنے گھر میں رہو، نکلو تو بناؤ سنگھار کے بغیر نکلو، پھر

فرمایا نماز کی پابندی کرو۔

چوتھا حکم:

وَاٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ

''اور زکوٰۃ دیا کرو''۔

پانچواں حکم:

وَاَطِعۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ

''اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت کرو''۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو تقویٰ کے حصول کے لیے یہ پانچ احکام دیئے گئے ہیں۔

پہلا حکم یہ ہے کہ سخت لہجے میں بات کریں۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ خواتین گھر میں قرار پکڑیں۔

اس حکم پر ہمیں غور کرنا ہے۔ اپنی بچیوں، بہنوں، گھر والیوں اور ماؤں کو یہ حکم دینا ہے اور یہ بات بتانی ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ گھر میں قرار پکڑو، بلاوجہ باہر مت نکلو، اگر نکلو بناؤ تو سنگھار کے بغیر نکلو، لہٰذا آپ کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے۔

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے

وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ

پیغمبر کی ازواج امت کی مائیں ہیں۔ ماؤں کو اس کا حکم ہے تو ہمیں بھی اس پر عمل کرنا چاہیے۔

آج کل لوگ یہ کہتے ہیں کہ جی یہ تو میرا بیٹا ہے، بیٹوں کی طرح پیارا ہے۔ اس سے کیوں پردہ کروں؟ یہ خاتون میری ماں ہے ہم یہ دیکھیں کہ ہمارے ابو نے اس

سے نکاح کیا ہے؟ نہیں کیا تو پھر کیسے ہماری ماں ہوئی؟

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو یہ حکم جب ملا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور تھا، ابھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ آسمان سے سلام بھیجتا ہے، پیغمبر کی مقدس ازواج ہیں، ایسا پاک اور مطہر زمانہ ہے، اس کے باوجود حکم ملا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کہہ دو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے آنے کی اجازت نہیں۔ تو کیا ہماری مائیں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے زیادہ پاک ہیں۔

آج خواتین سے کہا جائے پردہ کرو، تو کہتی ہیں کہ ہمارا دل صاف ہے، دل صاف ہونا چاہئے۔ کسی آدمی سے کہا جائے نماز پڑھو، داڑھی مت منڈاؤ، کہتا ہے دل صاف ہونا چاہئے، ہمارا دل صاف ہے۔ یہ کیسا دل ہے تمہارا؟

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل صاف نہیں تھے؟ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دل صاف نہیں تھے؟ یہ صرف نفس وشیطان کا دھوکہ ہے، جو مائیں اور بہنیں یہ سمجھتی اور کہتی ہیں کہ ہمارا دل صاف ہے، ہمیں پردے کی ضرورت نہیں، انہیں بتانا چاہئے کہ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے زیادہ سے پاک نہیں۔ ان کا مرتبہ اور مقام آپ سے زیادہ ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو تو فرمایا گیا کہ

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی کی ازواج! تمہاری طرح کوئی عورت نہیں ہو سکتی۔

کیا دنیا میں کسی عورت کو اللہ کی طرف سے یہ لقب ملا ہے؟ یہ انعام اور اکرام دنیا میں پیغمبر کی عورتوں کے علاوہ کسی کو نہیں ملا۔ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جو اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب کیں، ان کے مرتبے کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں پہنچ سکتی۔ اتنی مبارک خواتین تھیں لیکن ان کے لیے پہلا حکم یہی آیا کہ پردہ کرو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے دور میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلا حکم جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ملا وہی حکم ہماری ماؤں اور بہنوں کے لیے ہے۔ جب پردے کا حکم آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ.

اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ جب وہ باہر نکلیں تو اپنی چادروں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پہلے اپنی بیویوں سے کہو، چراغ سے چراغ کو روشنی ملتی ہے۔ ان کو دیکھ کر دوسرے شروع کر دیں۔

لہٰذا اگر ہماری مائیں اور بہنیں قیامت کے دن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے قدموں میں بیٹھنا چاہتی ہیں تو انہیں چاہئے کہ پردہ کر کے ان کی پیروی کریں اور اگر لوگوں کی پیروی کرنا چاہتی ہیں تو پھر ٹھیک ہے، آج جو حال ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک شریف آدمی بازار نہیں جا سکتا، ایک ایمان والا آدمی بازار جاتے ہوئے گھبراتا ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ مسلمان خواتین ہیں لیکن ان کے کپڑے اور پردہ دن بدن ختم ہوتا جا رہا ہے۔

لہٰذا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ عقیدت ومحبّت کی پہلی سیڑھی یہ ہے کہ ہم پردے کا اہتمام کریں، اپنے گھروں میں پردے کو قائم کریں، سب سے پہلا حکم خواتین کے لیے پردے کا ہے، پھر نماز قائم کریں، پھر زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں، جب ان اعمال کو کریں گی تو اللہ تعالیٰ انعام عطا فرمائیں گے۔

انعام کیا ملے گا؟

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○

اے پیغمبر کے گھر والو! ان احکام کی پابندی پر اللہ تعالیٰ آپ سے ناپاکی اور گندگی کو دور کردے گا پاک صاف کردے گا آپ کے ظاہر کو بھی اور تمہارے باطن کو بھی۔

لفظ ''اہل بیت'' پر ایک غور طلب نکتہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کا لفظ کیوں استعمال فرمایا؟

یہاں کچھ لوگ گڑبڑ کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

اور دلیل میں وہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جمع فرمایا اور کہا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِ بَيْتِىْ

اے اللہ یہ میرا اہل بیت ہے۔

ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ وہ اہل بیت ہیں، کیونکہ انہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے ورنہ اصلاً اہل بیت میں انسان کی بیویاں شامل ہوتی ہیں۔ ''اہل'' عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں ''والے'' اور بیت کے معنی ہیں ''گھر'' یعنی ''گھر والے'' اگر آپ سے کوئی کہے کہ گھر والے کیسے ہیں؟ تو اس سے کیا یہ مراد ہوگا کہ آپ کا داماد کیسا ہے؟ بچے کیسے ہیں؟ نواسے کیسے ہیں؟ یا اس سے پہلے یہ مراد ہوگا کہ آپ کی بیوی کیسی ہے؟ بچے کیسے ہیں؟

قرآن کریم نے اس کو بیوی کے لیے بھی استعمال فرمایا:

اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ

فرشتے نے جب حضرت سارہ کو بیٹے کی خوشخبری سنائی تو وہ تعجب میں پڑ گئیں کہ

میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور میرے یہاں بیٹا ہوگا! فرشتے نے کہا: تو اللہ کے حکم پر تعجب کرتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں اے ابراہیم کے گھر والو!

وہاں تو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ تھیں، اہل بیت میں پیغمبر کی تمام ازواج مطہرات شامل ہیں اور جو حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین اور حضرت علی اور فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کر کے فرمایا: اے اللہ! یہ میرا اہل بیت ہے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جو مرتبہ اور فضیلت میری بیویوں کو حاصل ہے وہ میری بیٹی فاطمہ، علیؓ اور ان کی اولاد کو بھی عطا فرما دیجیے۔ وہ شامل نہیں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شامل فرما دیا اور ازواج مطہرات پہلے سے شامل تھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کی مکمل اور صحیح پیروی کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پختہ عقیدہ
اور
غیر متزلزل ایمان

پختہ عقیدہ اور غیر متزلزل ایمان

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ٥ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ٥ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ٥ وَاغْفِرْ لِاَبِيْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ٥ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ٥ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ٥

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

محترم دوستو اور بزرگو!

ان سات آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خلیل سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ذکر فرمائی ہے۔

''رب هب لی حکما'' اے رب! مجھے صحیح سوچ عطا فرما

''والحقنی بالصالحین '' اور اے رب! مجھے صالحین نیک بندوں میں شامل فرما،

''واجعل لی لسان صدق فی الأخرین'' اور میرے لیے سچی زبان بنا دے،

''واجعلنی من ورثه جنة النعیم'' اور مجھے جنت کی وراثت عطا فرما۔

''واغفر لابی انه کان من الضالین'' اور میرے باپ کو بخش دیں بے شک وہ گمراہ ہوگیا ہے۔

''ولا تخزنی یوم یبعثون'' اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

''یوم لاینفع مال ولابنون'' کہ جس دن مال اور اولاد کام نہ آئیں گے۔

''الامن اتی اللہ بقلب سلیم'' مگر وہ شخص کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس پاک دل لے کر آیا ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا جو پہلا جملہ ہے کہ ''اے اللہ! مجھے صحیح سمجھ عطا فرما اور نیکوں میں شامل فرما'' اور اختتامی جملہ یہ ہے کہ قیامت کے دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے، مگر وہ شخص کہ جو اپنا پاک دل لے کر آئے۔

حضرات مفسرین علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا میں رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا کہ اے رب! مجھے صحیح سوچ عطا فرما، والحقنی بالصالحین اور مجھے نیکوں میں شامل کردے، یہ دو بڑی بنیادی باتیں ہیں۔

پہلی بات: جو ابراہیم علیہ السلام نے رب سے مانگی ہے، ان دو باتوں کے بغیر مومن کامل نہیں ہوسکتا ہے۔

۱- مومن وہ ہے کہ جس کی سوچ صحیح ہو، یعنی جس کا نظریہ اور عقیدہ صحیح ہو۔

۲- اس کا عمل صحیح ہو۔

ایک آدمی کی سوچ بڑی اچھی ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی بڑی محبت ہے، نبی اکرم ﷺ سے بڑی محبت کرتا ہے، مجھے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے محبت ہے، آخرت کے دن کی فکر ہے اس کا نظریہ بالکل صحیح ہے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتا، سستی ہوجاتی ہے، روزہ نہیں رکھتا سستی ہوجاتی ہے، زکوۃ نہیں دیتا حساب کتاب پیسوں کا کون کرے، کبھی دیتا ہے اور کبھی نہیں دیتا، اس کی یہ سوچ صحیح ہے لیکن عمل صحیح نہیں ہے اور جب عمل صحیح نہیں تو اس سوچ کا کیا فائدہ؟

اس نظریہ کا اس عقیدہ کا کیا فائدہ؟ جو سوچ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند نہ کر سکی وہ آخرت میں جہنم سے کیسے بچائے گی۔ اس لیے قرآن میں جب اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ذکر فرماتے ہیں تو ایمان والوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان الذین امنوا وعملوا الصالحات

وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔

عمل صالح کو اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں، یعنی ایمان صحیح سوچ اور صحیح نظریہ کا نام ہے، اگر ہمارا عقیدہ صحیح ہے، ہمارا نظریہ اور سوچ صحیح ہے لیکن ہمارا عمل خراب ہے، ہم نماز روزہ کے پابند نہیں ہیں یا اس سے ہٹ کر ہم کاروبار میں جاتے ہیں ہم اپنے وعدے کے پابند نہیں ہیں، سودی کام کرتے ہیں، ہم امانت دار نہیں ہیں، ہم جھوٹ بولتے ہیں، ہم حلال اور حرام کے پابند نہیں ہیں نظریہ صحیح مگر عمل خراب ہے، ہمارا ایمان کامل نہیں بلکہ ناقص ہے۔

اور اگر عمل اچھا ہو لیکن نظریہ اور سوچ میں گڑبڑ ہے تو بھی معاملہ درست نہیں۔ میں نمازیں پڑھتا ہوں میں تمام اعمال کا پابند ہوں لیکن عقیدہ اور نظریہ درست نہیں ہے اب نمازیں میں پڑھ رہا ہوں لیکن عقیدہ درست نہ ہونے کی وجہ سے میرے اعمالوں میں وزن نہیں ہے۔

آج کی دنیا میں باطل کی محنت، مسلمانوں کے نظریہ کو خراب کرنے پر ہے۔ آج کا دشمن پہلے سے زیادہ سمجھدار اور ہوشیار ہے اب وہ میرے اور آپ سے زیادہ پڑھ کر آتا ہے اور پھر وہ ہمیں قرآن پاک کے حوالے سے لیکچر دیتے ہیں۔ دین کے حوالہ سے درس دیتے ہیں، پھر وہ ہمارے عقیدہ کو اور نظریہ کو بگاڑتے ہیں چنانچہ جتنے بھی عام مسلمان ہیں ان کو اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں کش مکش میں ڈال دیا گیا کہ آیا اسلام کا یہ حکم ہے یا نہیں، ایسا کیوں ہے؟ ایسا کیوں نہیں ہے؟

ایمان اللہ اور اس کے رسول کی بات پر یقین کا نام ہے کہ جو بات اللہ اور رسول

نے کہی وہ بات ہمارے لیے ہر حال میں سو فیصد قابل قبول ہے، یہ ہے ایمان! آج ہمارے نظریات کو بگاڑا جا رہا ہے، ہماری سوچ اور مسلمانوں کے معاشرہ کو بگاڑا جا رہا ہے۔

کہتے ہیں کہ جی ایک ساتھ ریس لگاتے ہیں، بھاگتے ہیں تو کیا ہوا؟ اور اس پر دلائل دیئے جاتے ہیں، اخباروں کے کالم نگار وہ ملعون اور بد بخت اور بے دین اور اسلام کے دشمن! وہ ایسے کالم لکھتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے عقیدے بگڑ جائیں، کہتے ہیں کہ جی بازار میں بھی مسلمان مرد اور عورت ایک ساتھ ہوتے ہیں وہاں بھی جا کر احتجاج کریں، یہ کالج میں یونیورسٹیوں میں ایک ساتھ نظام ہے وہاں کیوں ایسا نہیں کرتے؟

یہ سب دلائل جمع کیے جا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے یہ جائز ہے، اس کے خلاف جو کرے، اس کو پکڑ کر جیل میں ڈالیں، یہ اسلامی ملک ہے، بتائیں کہ ہمارا دشمن کتنا ہوشیار ہے کہ ہمیں آپس میں لڑا دیا۔

آج مسلمانوں کے عقیدے کو بہکایا جا رہا ہے نماز پڑھو اور ذکر کرو لیکن ہماری سوچ بگاڑ دی گئی ہے کہ جو یقین ہمیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور دین پر جو مضبوطی تھی اس کو مٹایا جا رہا ہے کہ یہ تعلق جو مومن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس کو توڑ دو۔ عمل اچھے کرتے رہیں لیکن کسی منکر کے خلاف نہ بولیں، کسی برائی کے خلاف کچھ نہ کہیں نماز پڑھتے رہیں لیکن برائی کے خلاف نہ بولیں اور نبی کریم ﷺ کا مشن تھا کہ نیکی کو پھیلاؤ، برائی کو روکو اور اس کے خلاف آواز اٹھاؤ۔

ایک آدمی ہمارے گھر میں چوری کرتا ہے، ڈاکہ ڈالتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس ملک کا کوئی قانون نہیں ہے کوئی ہمارے رشتہ دار کو یا کسی دوست کو قتل کر دے تو ہم کہتے ہیں کہ بڑا برا ہے بس اس ملک کا کوئی قانون ہی نہیں ہے اور جب اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے حکموں کو صبح و شام توڑا جائے تو کچھ کہتے ہی نہیں، اس کے خلاف بولنے کی اجازت نہیں ہے اس لیے کہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ سے اوپر بھی ایک اور بیٹھا ہوا ہے وہ

ناراض ہوتا ہے، وہ اگر ناراض ہوگیا تو ہمارا دانہ پانی بند ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ اگر ناراض ہوگیا تو وہ دانہ پانی تھوڑا ہی بند ہوگیا وہ اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھ کر بیٹھا ہوا ہے، فرعون نے بھی تو یہی کہا ہے "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" ارے! خدا تو میں ہوں "اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ" کیا مصر کا بادشاہ میں نہیں ہوں، کیا سارا خزانہ میرے ہاتھ میں اور میرے کنٹرول میں نہیں ہے؟ یہ فرعون نے کہا تھا۔

اور آج کا فرعون بھی یہی کہہ رہا ہے کہ خزانہ میرے ہاتھ میں ہے مجھ سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟ میرے بغیر کوئی دم نہیں مار سکتا، دنیا میں ساری دنیا کا نظام میرے پاس ہے، تو میں عرض کر رہا تھا کہ آج مسلمانوں کے نظریات کو بگاڑا جا رہا ہے اور اگر نظریات درست ہیں تو اعمال کو بگاڑا جا رہا ہے، مسلمانوں کی سوچ کو، عقائد کو بگاڑا جا رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں تین سو منافق تھے، مرد تھے بعض تفسیری روایات میں عورتوں کے بارے میں بھی آتا ہے کہ کم وبیش ستر عورتیں منافق تھیں، جو نبی کریم ﷺ کی کمان میں جو لشکر جا رہا تھا وہ تین سو جدا ہوگئے اور واپس چلے گئے، کہنے لگے "اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ" ہمارے گھر کھلے ہیں ہم اس نبی کے ساتھ نہیں جا سکتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَمَا ھِیَ بِعَوْرَۃٍ" اور وہ کھلے ہوئے نہیں تھے، یہ نبی سے بھاگ رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں مسجد نبوی میں نمازیں پڑھا کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا ایمان درست نہیں ہے، اس لیے کہ ان کا نظریہ درست نہیں تھا۔

اپنے عقائد کی حفاظت کیجیے:

محترم دوستو!

آج باطل جو محنت کر رہا ہے اور مسلمانوں کے نظریات کو بگاڑ رہا ہے اور مسلمانوں کے عقائد خراب کر رہا ہے یہ ہم مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے دین کی حفاظت کریں، اپنے عقائد اور سوچ کو درست کریں۔

آج ہماری سوچ کو اتنا بگاڑ دیا ہے کہ جو شخص دین کے بارے میں کوئی اعتراض کرتا ہے اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے، باطل نے اس کو اتنا مضبوط کر دیا ہے کہ اگر کوئی داڑھی رکھ لے، پگڑی پہن لے تو کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بن گیا ہے، دہشت گرد ہے، بنیاد پرست ہے، انتہاء پسند ہو گیا ہے۔

کیا عیسائیوں کے بڑے، گلے میں صلیب ڈالتے ہیں یا نہیں؟ ان کو تو کسی نے بنیاد پرست نہیں کہا، ان کی وہ خواتین جو اسپتالوں میں مذہب کی پوجا کرتی ہیں، ہسپتالوں میں مذہب کا پرچار اور جگہ جگہ ہسپتالوں میں انجیل پڑھتی ہیں گلے میں صلیب ڈال کر مسلم ممالک میں، آج تک کوئی مسلمان ان کے خلاف بولا ہے کہ یہ بنیاد پرست ہمارے پاس کیوں آتے ہیں؟ لیکن ایک مسلمان اگر اپنے دین کا پابند ہے تو اتنا متنفر کیا جا رہا ہے اس کی صورت کو اتنا متنفر بنایا جا رہا ہے کہ لوگ اس صورت سے دور بھاگیں، داڑھیوں کا مذاق، پردے کا مذاق، دینی شعائر کا مذاق، یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والی بات ہے۔

جب کوئی قوم اللہ رب العزت کی نافرمانی کرتی ہے تو نافرمانی پر اللہ تعالیٰ جلدی عذاب نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتے ہیں لیکن نافرمان قوم جب دین کا مذاق شروع کر دے اور اس کا تمسخر شروع کر دے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب فوراً آجاتا ہے پھر اس میں تاخیر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مذاق برداشت نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے تو اس دین کے لیے انبیائے کرام کو شہید کروایا ہے، انبیائے کرام علیہم السلام سے مقدس ہستیاں اس روئے زمین پر نہیں ہیں لیکن ان کی جانیں بھی اس دین کے لیے قربان ہوئی ہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اس دین کے لیے کتنی تکلیفیں

برداشت کی ہیں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید کئے گئے، آپ کا جسم مبارک زخمی کیا گیا، صرف اور صرف دنیا والوں کی اصلاح کے لئے، یہ دین اللہ کو اتنا محبوب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنے پیاروں کا خون تک بہایا ہے۔

اور ہم گھر بیٹھے ہوئے، صوفے پر لیٹے لیٹے باتیں کرتے ہیں کہ نہیں یہ بات ایسی نہیں ہے، قرآن کریم میں بھی ایسی بات نہیں ہے، یہ جو قرآن میں بات آئی ہے یہ سمجھ نہیں آرہی ہے، یہ حدیث کی بات یہ سمجھ نہیں آرہی ہے کیوں کہ ہم نے انگریزوں کی غلامی میں زندگی گذاری ہے، آج آکر کوئی کہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے، جو حدیث تجھے سمجھ نہیں آتی ہے اس کے الفاظ صحیح پڑھ کر سنا دو، اس حدیث کا صحیح ترجمہ کر کے دکھا دو، حدیث کے صحیح الفاظ آتے نہیں، ترجمہ کر نہیں سکتے، قرآن کی تلاوت غلط کرتے ہیں اور پھر بن جاتے ہیں مفسّر قرآن، مبلّغ اور لوگوں کے عقائد و نظریات کو بگاڑتے ہیں۔

آج امت میں ہر طرف فتنوں کی یلغار ہے، ہم سب کو اس کی فکر کرنی ہے اپنے آپ کو بچانا ہے، اپنی نسلوں کو بچانا ہے، پوری امت کو بچانا ہے، یہ نہیں کہ ان کے پیچھے جا کر کھڑے ہو جائیں کہ نہیں صاحب ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں، آپ فکر نہ کریں آپ ذرا ڈالر دے دو، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

محترم سامعین!

اگر ایمان پیسوں کا نام ہوتا تو سن لیجیے نبی اکرم ﷺ کے گھر دو دو مہینے چولہا نہیں جلتا تھا۔ اماں جی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چاند آتا تھا اور جاتا تھا مگر محمد عربی ﷺ کے گھر میں دو ماہ چولہا نہیں جلتا تھا، انہوں نے فاقے برداشت کیے، اس دین کو جہان میں پہنچانا تھا اور آج ہم مال لے کر اس دین کو دفنا رہے ہیں کہ جی ہم بڑی ترقی کریں گے اور وہ ترقی جو محمد ﷺ کی غلامی سے ہٹ کر ہو وہ ترقی تباہی اور بربادی کی علامت ہے، ہماری کامیابی کا راز اتباع رسول اللہ ﷺ میں مضمر ہے، اس کے علاوہ تباہی اور

بربادی ہے۔

جو آیت شروع میں تلاوت کی ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے انہوں نے اللہ رب العزت سے دو چیزیں مانگی تھیں، ایک ہماری سوچ صحیح ہو، جسے ہم عقیدہ ونظریہ کہتے ہیں، یہ درست ہونا چاہئے۔ کسی کافر کے بیان سے، کسی کالم نگار کے کالم سے، ہم فوراً دین کے خلاف نہ بولیں، اگر ہمارا نظریہ بگڑا ہوا ہے تو چاہیں جتنی نمازیں پڑھیں اور زکوۃ دیں لیکن نظریہ خراب ہے، اس لیے ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس کی مثال عبداللہ بن ابی منافق ہے، نمازیں پڑھتا تھا لیکن اندر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اور مخالف تھا، صدقہ وزکوۃ بھی ادا کرتا تھا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان کا ایمان ہمارے ہاں قبول نہیں ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ

جب منافقین آپ کے پاس آتے تو کہتے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔

ان کی گواہی کی ضرورت ہی نہیں ہے ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

ومن الناس من يقول امنا بالله

فرمایا کہ کچھ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے، آخرت پر ایمان ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کبھی بھی ایمان دار نہیں ہیں کیوں کہ ان کی سوچ ان کا نظریہ غلط ہے۔

سب مسلمانوں کا عقیدہ اسلام کے بارے میں پکا ہونا چاہئے، ٹھیک ہے کہ ایک شخص لاجواب کردیتا ہے اور لاجواب ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ میرے علم میں نہیں

ہے لہٰذا اس کی بات درست ہے بلکہ آپ اس کو کہیں کہ اس کا جواب مجھے نہیں آتا ہے، میں معلوم کروں گا میرا سو فیصد یقین ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے، اس کا ہر حکم فطرت کے عین مطابق ہے میری سمجھ میں نہ آئے تب بھی میں نے اسی پر عمل کرنا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی جامع مسجد میں خطاب کر رہے تھے، فارسی زبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کر رہے تھے، ایک عیسائی مجمع میں تھا وہ کھڑا ہو گیا اور فارسی کے اندر ایک شعر پڑھا، اتنا ماہر تھا، شعر کا مطلب یہ تھا کہ کہنے والا کہتا ہے کہ

"تم جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کرتے ہو اور تمہارے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے عقیدے کے مطابق زیر زمین دفن ہیں"۔

تو اس نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کی بات صحیح نہیں ہے فضیلت تو اسی کو حاصل ہو گئی جو دوسرے آسمان پر ہے، اور جو زیر زمین ہے اس کو فضیلت نہیں ہے، اب ظاہر میں دیکھا جائے تو کتنی مضبوط بات ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے فوراً اس کو جواب دیا:

"ارے! کہنے والے کی یہ بات درست نہیں ہے اوپر کی چیز اچھی نہیں ہوا کرتی، سمندر کے اندر، پانی کے بلبلے اوپر ہوتے ہیں اور موتی نیچے ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ جو چیز اوپر ہو گئی، اچھی ہو گئی اور جو نیچے ہو گئی وہ کم تر ہو گئی، یہ کوئی دلیل نہیں ہے"۔

باطل ہر قوت سے، چاہے لڑائی کے اعتبار سے ہو یا دلائل کے اعتبار سے لالچ کے اعتبار سے ہو یا دھمکیوں کے اعتبار سے حتیٰ کہ اپنی بے حیا و بے شرم عورتوں کے اعتبار سے بھی مسلمانوں کو کچلنے کی سوچ رہا ہے۔

لیکن ہم سب مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہم سب پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس احسان کو تم یاد کرو کہ میں نے تمہیں ایمان کی نعمت دی لہٰذا اس کی حفاظت کرنا، یہ مسلمان کی ذمہ داری ہے، ہماری سوچ اور ہمارا نظریہ اتنا پختہ ہو، سو کوئی اعتراض کرلے لیکن ہم اس کے اعتراض سے متاثر نہ ہوں اسلام سے ہمیں بے حد محبت ہو اور ہمارا عمل صحیح ہو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اصلاح معاشرہ

اصلاح معاشرہ

نحمده ونصلى على رسوله الكريم اما بعد فأعوذ
بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ
اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۂ مائدہ)

میرے محترم دوستو بزرگو!

آپ حضرات کے سامنے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۵ کی تلاوت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

اے ایمان والو! اپنی ذات کی فکر کرو، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے
جو بھی گمراہ ہوا گر تم راہِ راست پر رہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔
پس وہ اللہ تمہیں خبر دے گا ان باتوں کی، جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

معاشرہ کیسے صحیح ہوگا؟

ہمارے معاشرے میں ایک بات ہر آدمی کی زبان پر ہے وہ یہ کہ معاشرہ بگڑ چکا ہے، معاشرہ خراب ہو چکا ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی پرائیویٹ ادارے میں ملازم ہے تو وہ کہتا ہے کہ سرکاری ادارے سارے رشوت خور ہیں اور جو سرکاری ادارے میں کام

کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ پرائیویٹ ادارے سارے حرام خور ہیں۔ ہر آدمی دوسرے کو بولتا ہے، ہر آدمی دوسرے سے متنفر ہے، حاکم کہتا ہے کہ میری رعایا چور ہے، رعایا کہتی ہے کہ ہمارے حاکم سارے چور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں اسی کا حل ذکر فرمایا ہے کہ اے گولو! تمہیں معاشرے کے خراب ہونے کا غم لگا ہوا ہے اور معاشرے کے بگڑنے کا غم لگا ہوا ہے اس کے لیے تم کرتے کیا ہو؟ مجلس دو آدمی کی ہو یا چار آدمی کی، دس آدمیوں کی ہو یا بیس کی، بیٹھے ہوئے ہیں اور بحث کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ کیا بنتا ہے؟ آیا آپ کے صرف اتنا کہنے سے معاشرہ سدھر جائے گا، آپ کے اس طرح کہنے سے ایک بگڑا ہوا آدمی راہِ راست پر آجائے گا۔

اور پھر جب آپ کے اس بولنے سے اس معاشرے کی اصلاح نہیں ہوسکتی تو آیا وہ اصلاح کا راستہ کون سا ہے جو کارآمد اور مفید ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وہ اصلاح والا راستہ ذکر کیا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ

اے ایمان والو! اپنے نفس کی خبر لو، دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو دوسروں کی طرف انگلی اٹھانے سے پہلے یہ بھی دیکھو کہ جب انسان دوسرے کی طرف انگلی اٹھاتا ہے ایک انگلی اس کی طرف اٹھتی ہے اور چار اپنی طرف ہوتی ہیں۔ ذرا اپنے معاملات دیکھو اپنی زندگی کو بھی دیکھو کہ آیا میں جو دوسرے پر اعتراض کر رہا ہوں خود میری ذات میں کتنی خامیاں ہیں میرے اندر کتنی کمی ہے؟ اور اس کمی کو میں دور کرسکتا ہوں یا نہیں؟ میں اس پر قادر ہوں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ

اے انسان تجھے جو تکلیف پہنچتی ہے یہ تیرے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

اب میں اس پر سوچوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ذکر کی ہے اللہ کا کلام ہے اور میں العیاذ باللہ اس کے جھوٹا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ تو اللہ کی بتائی ہوئی خبر ہے یہ تو بالکل سچ ہے اس کے بعد مجھ پر جو پریشانی آرہی ہے، میں مسائل سے دوچار ہو رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مصیبت، تکلیف یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

بندے کے لیے حالات کا بننا یہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے لیکن ان حالات میں انسان کے اعمال کا عمل دخل ہوتا ہے۔ انسان کے معاملات بنتے ہیں انسان کے اعمال سے انسان کے جسم سے ایک عمل ہوتا ہے اور وہ عمل اوپر جاتا ہے پھر اس کے مطابق اللہ تعالیٰ بندے کے لیے آسمان سے فیصلہ فرماتے ہیں۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مسائل کا حل اسی میں ہے کہ یہ جو ہمارا حاکم ہے یہ چلا جائے تو بس ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ اور یہ حاکم آئے تو ہمارا ملک سنور جائے گا، ہمارا ملک سونا بن جائے گا۔ جب وہ آتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس سے تو پہلی حکومت اچھی تھی، پھر کہتے ہیں کہ یا اللہ! اس سے ہماری جان چھوٹ جائے اور دوسرا آئے تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ وہ بھی چلا جاتا ہے، اب تیسرا آتا ہے تو یہ کہتا ہے افوہ! یہ کیا ہو گیا؟ اب اس سے بھی ہمارا حال درست نہیں ہوگا اب کوئی اور آنا چاہیے۔

مسئلہ نہ پہلے سے حل ہوتا ہے نہ دوسرے سے، نہ چوتھے سے۔ مسئلوں کا حل حاکم کے پاس نہیں ہے۔ مسئلوں کا حل اللہ کے پاس ہے ہم اللہ کو چھوڑ کر انہیں اللہ سمجھ بیٹھے یہ تو ایک نظام چلانے والا ہے۔ اختیار اور قدرت تو اللہ کے قبضے میں ہے اور یہ حکمران آنے سے پہلے کہتے بھی ہیں کہ ہم تقدیر بدل دیں گے۔

اے خدا کے بندے! تقدیر تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو تو اپنی تقدیر نہیں بدل سکتا۔ ملک کی تقدیر کیا بدلے گا؟ ایک دن ملک کے اندر ہے ایک دن ملک کے باہر

ہے۔قدم نہیں رکھ سکتا، ایک دن شاہی محل میں ہے تو دوسرے دن جیل میں ہے باہر نہیں آسکتا۔ یہ عبرت ہے میرے دوستو! اور یہ دھوکہ ہے کہ میں آ کے ملک کی تقدیر بدل دوں گا۔ میں آ کر ملک کو خوشحال بناؤں گا۔ ملک کی تقدیر اللہ بدلتا ہے۔ خوشیاں مخلوق کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے، راحتیں ہمیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے کوئی حاکم ہمیں خوشی اور راحت نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ حالات تمہارے ہاتھوں کے کرتوت ہیں جیسے تمہارے اعمال آسمان پر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے ہی فیصلہ بندے کے لیے آسمان سے نازل فرماتے ہیں اور اب ہم کہتے ہیں کہ معاشرہ بگڑ گیا ہے۔

معاشرے کی اصلاح کس طرح ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معاشرے کی اصلاح اس طرح نہیں ہوگی بلکہ معاشرے کی اصلاح اس طرح ہوگی کہ ہر انسان اپنے آپ کو سدھارنے کی کوشش کرے، طریقہ یہی ہے کہ انسان ابتدا اپنی ذات سے کرے، اپنی ذات میں سوچے کہ مجھ میں کتنی خامیاں ہیں۔ اور دین کے اعتبار سے مجھ میں کتنی کمزوریاں ہیں۔

پہلے اپنی ذات کی اصلاح کیجیے:

محترم دوستو!

پہلے ہم اپنی ذات کی اصلاح کریں پہلے اپنے آپ کو درست کریں اصلاح اپنی ذات سے کریں، میں کہوں کہ جی فلاں بگڑ گیا ہے اور فلاں بگڑ گیا ہے اور میں خود کتنا بگڑا ہوا ہوں اور میں اپنے بگاڑ کو کتنا صحیح کر رہا ہوں؟ میں دین پر کتنا چل رہا ہوں اور میں اللہ کے احکام کو کتنا پورا کر رہا ہوں؟

اس طرف توجہ نہیں ہے بلکہ یہی بات ہے کہ معاشرہ خراب ہے، معاشرہ بگڑا ہوا ہے۔ معاشرہ نام کس کا ہے؟ معاشرہ کوئی جانور ہے یا معاشرہ کوئی عمارت ہے؟ کہ اس کو رنگ وروغن کیا جائے معاشرہ تو ہم ہی سے بنتا ہے۔ یہ انسان ہم، زید، عمرو، بکر سے

مل کر رہتے ہیں اور اس مل جل کے رہنے کا نام معاشرہ ہے اور ہم اس کے افراد ہیں چنانچہ اس امت کے ابتدائی لوگوں نے معاشرے کو سدھارا تھا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ علاقہ کے لوگوں نے کہا کہ حضرت بارش نہیں ہو رہی ہم بڑے پریشان ہیں، جانوروں میں دودھ ختم ہو رہا ہے، کھیتیاں تباہ ہو رہی ہیں لوگوں کو پینے کے لیے پانی نہیں مل رہا، حضرت آپ دُعا کریں۔ تو انہوں نے کہا: بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بارش کو روکتا ہے تو یہ اللہ کی ناراضگی کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور مجھے تو یہ نظر آ رہا ہے کہ اگر میں اس بستی سے نکل جاؤں تو بارش ہوگی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے عالم اور ولی، انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اے معاشرے والو! تم بگڑ گئے ہو سب سیدھے ہو جاؤ، بلکہ کہا کہ میں بگڑا ہوا ہوں، اپنے ایمان کی فکر ہے اپنے ایمان کو درست کرنا ہے اور آج ہم کہتے ہیں کہ بارش ہو جائے، بارش کیسے ہوگی؟ پانچ وقت کی نماز کی پابندی کرتے ہیں؟ اہم جو ایک بنیاد ہے۔ بقیہ اعمال تو بعد میں آتے ہیں کون آج معاشرے میں پانچ وقت کی نماز پڑھ رہا ہے۔ ہر محلے میں دیکھا جائے کہ سو میں سے کتنے بندے آ رہے ہیں تو بارش کیسے ہوگی؟ مسائل حل کیسے ہوں گے مسائل تو الٹتے چلے جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتنے جلیل القدر صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا:

لو كان بعدي نبي لكان عمر

اگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ چلتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس منصب

کے آدمی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نبی بناتے۔

ایک صحابی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ان کا لقب تھا راز دار رسول، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار صحابی تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کچھ راز کی باتیں بتائی تھیں جو کہ کسی اور صحابی کو نہیں بتائی تھیں۔ ان میں سے ایک راز یہ تھا کہ مدینہ منورہ کے اندر جتنے منافق تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو نام بہ نام بتائے تھے۔

چنانچہ مدینہ منورہ کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو دیکھا کرتے تھے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا تو وہ جنازے میں شریک ہیں کہ نہیں؟ اگر حذیفہ نہیں جاتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ جاتے کہ یہ شخص منافق تھا اس لیے حضرت حذیفہ جنازے میں نہیں گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں اے حذیفہ! خدا کے لیے مجھے ایک بات بتادو کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو منافقین کے نام بتائے تھے ان میں عمر نام تو کہیں نہیں ہے، اپنی فکر اتنی ہے کہ باوجود کہ سنا ہوا ہے کہ عمر بھی جنت میں جائے گا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ پڑھا وہ جنت میں جائے گا۔ لیکن اس ایمان کو موت تک اپنے ساتھ رکھنا ہے، بیچ میں شیطان اور نفس کہیں ہلاک نہ کردیں۔

فرمایا بتاؤ حذیفہ! کہیں اس میں عمر کا نام تو نہیں ہے۔

اس لیے محترم دوستو! معاشرہ ہمارا کیسے درست ہو، معاشرہ ہمارا کیسے بنے، وہ اس طرح بنے گا کہ جب ہر انسان اپنی اصلاح کی فکر کرے۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی بات اور بنیادی چیز گناہ کو چھوڑنا ہے۔ آپ فرض نماز پڑھیں، فرض زکوٰۃ دیں، فرض حج کریں، نوافل پڑھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ گناہوں کو بھی چھوڑ دیں۔ اگر آپ نفلی عبادات بہت کرتے ہیں اور کاروبار سودی ہے۔ سود کے خلاف بولتے ہیں لیکن کاروبار میں چھپ کر بینک سے لے بھی لیتے ہیں۔ کوئی بات نہیں چلتا رہتا ہے۔ ادھر

اچھی باتیں بھی کرتے ہیں اور گھر میں جا کر ٹی وی بھی دیکھتے ہیں پردہ بھی نہیں ہے نمازوں کا اہتمام بھی نہیں ہے۔

میرے دوستو!

تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے آئے گی؟ اللہ نے فرمایا کہ اپنی اصلاح کرو اور اپنی فکر کرو۔ اگر ہم اپنی اصلاح کر لیتے ہیں ہم درست ہو جاتے ہیں تو ہماری مثال ایک چراغ کی سی ہے، چراغ کیا ہے؟ کیا اس کی روشنی آسمان کو فائدہ دے گی؟ نہیں، لیکن اس کے اثرات جہاں تک پڑتے چلے گئے جگہ روشن ہوتی چلی جائے گی اس طرح ایک گھر میں ایک صالح بن جاتا ہے، نیکی اختیار کر لیتا ہے، گناہوں کر ترک دیتا ہے، وہ ایک چراغ ہے اس گھر میں اس کے اثرات آہستہ آہستہ آئیں گے اور اس کو دیکھ کر اگلا چراغ بھی روشن ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ!

لیکن اگر ہم چاہیں کہ ہمارا چراغ تو ایسا مدھم رہے کہ میں تو جھوٹ بھی بولوں گا، میں تو بے ایمانی بھی کروں گا میں تو گناہ کے کام بھی کروں گا، لیکن یہ تنبیہ کہ سارے لوگ صحیح ہو جائیں۔ پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ہم خود ایماندار ہیں؟ والد چاہتا ہے کہ میرا بیٹا بڑا نیک ہو، لیکن آیا والد خود بھی نیک ہے۔ بڑا چاہتا ہے چھوٹے بھائی سارے سیدھے ہو جائیں، لیکن اے بڑے تو خود سیدھا ہے۔ بیوی چاہتی ہے میرا شوہر نیک ہو جائے، لیکن بیوی نیک ہے؟ ہر ایک نے اپنا چراغ گل کیا ہوا ہے کہ میرے اس ٹھنڈے چراغ کے علاوہ بقیہ سارے چراغ روشن ہو جائیں۔ جی نہیں! بلکہ آپ خود سب سے پہلے روشن ہو جاؤ۔ معاشرہ دیکھ دیکھ کر تم سے عبرت حاصل کرے گا۔ ایک سے دوسرا اور پھر اس سے تیسرا، اسی طرح ہمارا معاشرہ درست ہو جائے گا اور اگر ہماری زندگی ان گناہوں میں اسی طرح ڈوبی رہی تو ہر آنے والا دن اگلے دن سے بدتر ہوگا۔ اگر بہتری چاہیں، خوشی چاہیں، راحت چاہیں تو وہ اللہ کے پاس ہے اور وہ اللہ کے خزانوں میں ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَة

جنھوں نے نیکی کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم انہیں اپنی دنیا میں بھی حسنہ دیں گے دنیا میں بھی اپنی راحت اور خوشی دیں گے۔ وفی الاخرۃ حسنہ اور آخرت میں بھی ان کو اچھا بدلہ ملے گا۔ کس کو ملے گا؟ احسنوا جنھوں نے نیکی اختیار کی۔ جنھوں نے صالحین کی زندگی اختیار کی اور اگر زندگی فاسقوں اور فاجروں والی ہے۔ نافرمانوں والی ہے، اور ہم چاہتے ہیں کہ مرتبہ ہمیں صالحین والا ملے، رہوں فاسق اور فاجر، اور معاملہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ صالحین والا کریں۔ تابعین والا کریں تو یہ معاملہ کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔

وہ فارسی کا ایک شاعر کہتا ہے ایں خیال واست ومحال واست وجنون است، اس کو خیال اور محال اور پاگل پن کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے رہو، حکم توڑتے رہو اور کہو کہ اللہ بڑا مہربان ہے اللہ ضرور مہربان ہے لیکن اس کی شریعت ہے اللہ کا ضابطہ ہے۔ اللہ کا قانون ہے اور نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ضابطہ اور قانون کے لیے سوا لاکھ انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ان تمام قوانین کی تشریح کرکے انسان کو بتادیا کہ اس کے مطابق اگر زندگی گزاروگے تو اللہ تعالیٰ سکون دے گا ورنہ دیا ہوا سکون بھی اللہ تعالیٰ لے لے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
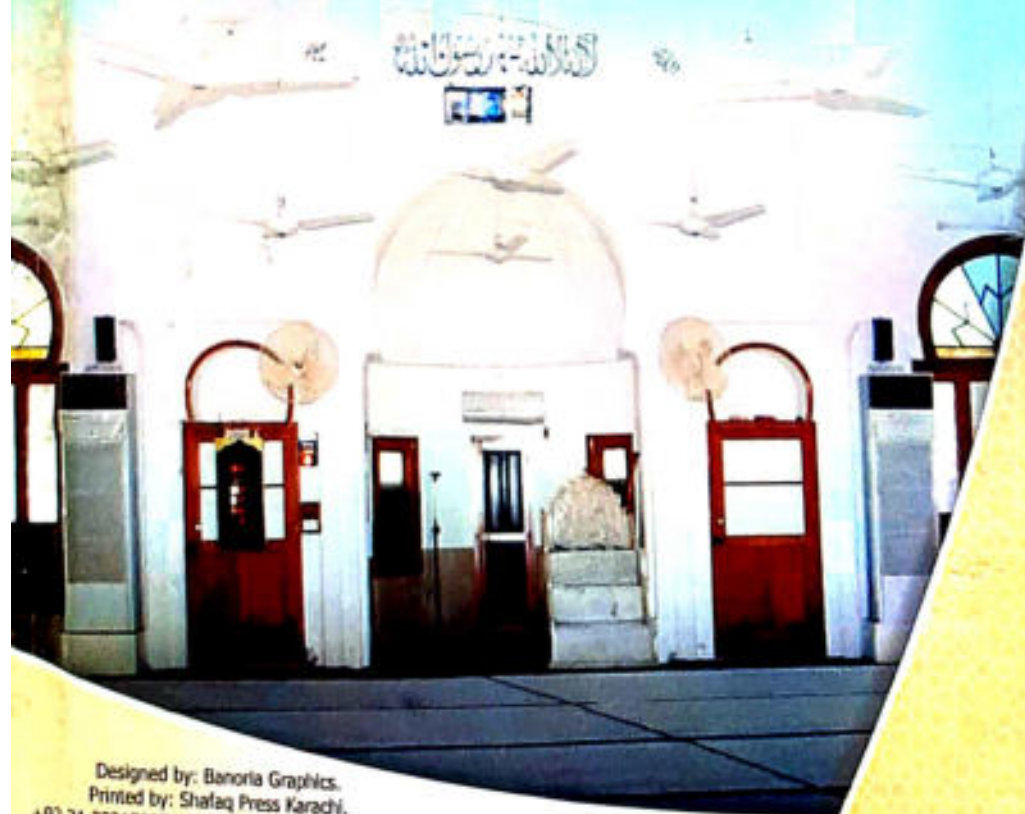
Designed by: Banoria Graphics.
Printed by: Shafaq Press Karachi.
+92 21 32217897 - 321 2037721 - 321 2250577